گیت پری اور تُم

عنیزہ سیّد

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

عنیزہ سیّد

جس وقت اس کے فون نے گیت کا پانچواں پیغام وصول کیا' وہ ٹریفک سگنل کے سبز ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ گیت کے پیغام کی آواز سننے پر اس نے مسکراتے ہوئے فون کی اسکرین کو روشن کیا۔

"تمہارے اور ہمارے گھر کے درمیان بلیوڈینیوب بہنے لگا ہے نا؟" گیت نے پوچھا تھا۔ "اور تم نہ تو اچھے تیراک ہو نہ ہی اچھے ملاح۔ تمہارے بازو کمزور اور کشتی کے چپو سال خوردہ ہو چکے ہیں' یعنی کشتی کھینچنے سے قطعی معذور۔"

اس نے پیغام پڑھا اور ایک بار پھر مسکرا دیا۔ نیلوفر کو

مُکمل ناوِل

بلیوڈ ملبوس سب سے تشبیہہ دیتے ہوئے اسے جوش دلانے کی کوشش کی تھی۔

"اف!" سبز بتی جلنے پر اس نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے نیلوفر اور ان کے مصاحبین کو یاد کیا اور اسے جھرجھری سی آگئی۔ وہ اس کے لیے ایک سخت دن تھا۔ نیلوفر اور ان کے مصاحبین کی پندرہ روزہ نشست گھر میں شروع ہو چکی تھی اور اسے ایک بے بس خاموش سامع کی طرح وہ گفتگو سننی پڑی تھی۔ قدیم وقتوں کی ایسی داستان جو اس نے سینکڑوں بار سن رکھی تھی۔

"اچھا تو پھر تم نے بنی اسرائیل کی عادات و حرکات اور ابوالہول کے سر تراشے جانے کے قصے سنے آج!" پری نے اسے گرما گرم کافی کی پیالی پکڑاتے ہوئے مسکرا کر پوچھا تھا۔

"خوب سنے۔" اس نے کپ تھامتے ہوئے کہا۔

"صرف یہ ہی نہیں آج تمہیں یہ بھی پتا چلا ہو گا کہ اربیل میں پہیے کی ایجاد کیسے ہوئی اور ایودھیا کے جنگلوں میں سر بکھیرتی لکشمن کی بانسری کس نے بنائی تھی۔" گھٹنوں پر امتحانی پرچوں کی فائل دھرے نمبر لگاتی گیت آنکھوں پر لگا چشمہ اتار کر مسکرائی تھیں۔

"موہنجوڈارو اور ٹیکسلا کے آثار کی پراسراریت اور اجنتا اور ایلورا کے غاروں کی حقیقت۔" پری نے بات آگے بڑھائی۔

"سکندر اعظم کی فتح کے اسباب 'پورس کے ہاتھوں کی خوراک' چاہ بابل کی اندھی دیواروں کے ساتھ لٹکتے فرشتے اور تبت کی گھاٹیوں سے اترتے بھکشو۔" گیت بولی تھیں۔

"یہ میرے ہاتھ دیکھیں۔" اس نے کافی کا کپ میز پر رکھتے ہوئے اپنے ہاتھ ان دونوں کے سامنے جوڑتے ہوئے کہا "اور کان...." اس نے کانوں کی لویں چھوتے ہوئے توبہ کرنے کی اداکاری کی۔

"میں ان بھن بھن کرتی آوازوں میں کروٹیں بدلتے الفاظ سے ہی فرار حاصل کر کے وہاں سے بھاگا ہوں۔ اب مزید ہمت نہیں ہے۔"

"چلو نہیں کرتے ایسی باتیں۔" گیت نے اس پر احسان عظیم کرتے ہوئے پری کی طرف دیکھا۔ "چھوڑ دو پری! سلجوق بے چارہ پہلے ہی ان الفاظ کے بوجھ تلے دبا رہتا ہے۔ اسے اور نہ دباؤ۔" وہ شرارت بھرے انداز میں مسکرائی تھیں۔

"ایک بات بتاؤں آپ کو۔" اس نے کافی کا کپ میز سے اٹھایا۔

"زندگی اتنی لطیف اور پرکیف ہے کہ اس کو اتنے بھاری بھاری تجزیوں اور چن چن کر استعمال کیے گئے مشکل الفاظ کے بم برسانے والے انسانوں کی موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" پری کی کھنکھناتی آواز کمرے میں گونجی "کیونکہ زندگی ایسے انسانوں کے درمیان سے سلجوق کی شکل میں بہتی ہوئی کسی اور سمت جا نکلتی ہے۔" پری کی بات کے جواب میں گیت کھلکھلا کر ہنس دیں۔

"اور سلجوق کی شکل میں بہتی زندگی گیت اور پری کی گلیوں میں دوڑنے لگتی ہے۔"

وہ ان دونوں کے ہنسنے پر برا ماننے کے بجائے مسکرا دیا۔

اب وہ تینوں ہی اپنی اس گفتگو کے الفاظ دہراتے ہنستے چلے جا رہے تھے۔

"توبہ توبہ' پری نے اپنی ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے آنکھوں میں آئے پانی کو ہاتھ سے صاف کرتے ہوئے کہا۔ "کہتے ہیں اتنا زیادہ ہنسنا نہیں چاہیے کیونکہ بعد میں اتنا ہی رونا بھی پڑ جاتا ہے۔"

"اللہ کا خوف کریں پری!" سلجوق نے بھی اپنی ہنسی کو روکنے کی کوشش کی "ہنسنا ہزار صحت ہے۔ یہ ہی کہتے ہیں نا لوگ؟" اس نے تائید چاہتی نظروں سے گیت کو دیکھا۔

"جی نہیں' وہ تندرستی ہے جو ہزار نعمت ہے ہوتی ہے۔" گیت نے کہا اور ہاتھوں سے چہرہ دبانے لگیں۔

"توبہ میرے تو جبڑے دکھنے لگے ہنس ہنس کر۔"
"سلیوٹ تمہاری ہمت کو سلجوق!" پری نے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "جو اتنی مشکل، جبڑے دکھانے والی گفتگو برداشت کرلیتے ہو۔"
"وہ نیلوفر ہیں جناب' آپ انہیں کیا سمجھتی ہیں۔" سلجوق اپنی جگہ سے اٹھا "نیلوفر ہونا کوئی آسان کیفیت تھوڑی ہوتی ہے۔"
"ہاں ہاں' نیلوفر!" پری نے سرہلایا۔ "جو اتنی مشکل کیفیت ہیں کہ اپنے بھائیوں کی پیدائش پر چھوٹے بچوں کو گود میں اٹھانے کی خواہش کرنے کے بجائے فرہنگ آصفیہ کھول کر بیٹھ جاتی تھیں' بھائیوں کے لیے انوکھے اور اق نام ڈھونڈنے کی خاطر۔"
سلجوق نے ابرو چڑھاتے ہوئے سوالیہ نظروں سے پری کو دیکھا۔
"اور کیا کیا نام منتخب کرڈالے۔ بہزاد۔" لھکتے ہوئے نام کی ادائیگی ہوئی۔
"کمال الدین بہزاد یا حسین بہزاد' اگرچہ اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی لیکن کیا مصورانہ نام رکھا ایک بھائی کا اور دوسرا۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔
"سلجوق' ترک جنگجو' ایک ایسی بادشاہت جس کی مثال رہتی دنیا تک لوگ دیتے رہیں گے۔" سلجوق اور بہزاد کیا کامبینیشن ہے دار اینڈ پیس جس کے ہیئت ترکیبی ہیں۔"
"نام نیلوفر نے منتخب نہیں کیے تھے' یہ دادا کا انتخاب تھے۔" سلجوق نے تصحیح کی "بہزاد بھائی کی پیدائش پر تو نیلوفر بمشکل تین یا چار سال کی عمر کی بچی ہوں گی۔"
"غلط فہمی ہے تمہاری کہ وہ کبھی بچی بھی تھیں' وہ تو سدا سے نیلوفر ہیں' نیلوفر جو ایک شخصیت کا نہیں کیفیت کا نام ہے۔" پری کی مسکراہٹ میں طنز اور طنز میں کسی نامحسوس دکھ کی چبھن ابھری۔
"اب تم پرسنل ہو رہی ہو پری اور Judgemental بھی۔" گیت نے پری کو ٹوکا

"مت بھولو کہ سلجوق کتنا نالاں سہی' نیلوفر اس کی بڑی بہن ہے۔"
"کوئی بات نہیں۔" سلجوق نے پری کے چہرے پر لحہ بھر کے لیے لہراتے سائے کو دیکھ لیا تھا۔
"ہم یہاں کبھی بھی ایک دوسرے کے مذاق کو طنز نہیں سمجھتے' ہے نا۔" اس نے گیت کی طرف دیکھا۔
"لیکن ہمیں اپنی اپنی حد بھی نہیں بھولنی چاہیے۔" گیت کے لہجے میں تاسف تھا' وہ کافی کے خالی کپ ٹرے میں رکھ کر باہر چلی گئیں۔ سلجوق نے لمبا سانس لیتے ہوئے پری کی طرف دیکھا۔ پری کے چہرے پر جو بھی تاثر تھا وہ اسے سمجھ نہیں پایا۔
"گیت کو غلط فہمی ہوئی ہے پری!" وہ گھٹنوں کے بل پری کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔ "مجھے بالکل بھی برا نہیں لگا' نیلوفر کے بارے میں ایسی گفتگو تو چلتی رہتی ہے۔"
"لیکن گیت ٹھیک کہہ رہی تھیں سلجوق۔ مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا۔ کسی کی بھی شخصیت کے بارے میں یوں فیصلے صادر کرنے کا۔" پری نے افسردگی کے ساتھ کہا۔
"وہ کسی نہیں ہیں پری!" سلجوق نے نرمی سے پری کا ہاتھ پکڑا۔ "وہ نیلوفر ہیں' جن کے ساتھ آپ کی بہت سی تلخ یادیں وابستہ ہیں۔ جنہوں نے کتنی ہی بار آپ کا دل توڑا ہے۔ جنہوں نے ہمیشہ آپ کو لک ڈاؤن کیا' مذاق اڑایا۔ اور سب سے بڑھ کر آپ کو بے ٹھکانا کردیا۔" وہ ان تلخیوں کو دہرانا نہیں چاہتا تھا لیکن پری کے دل میں تاسف بھی پیدا ہونے نہیں دینا چاہتا تھا۔
"ان کے پاس حیثیت تھی اور اختیار بھی۔" پری نے خلا میں دیکھتے ہوئے نیلوفر کی وکالت کی تھی یا شاید ان کے رویے کی وضاحت۔ "انہوں نے وہ کیا جو ان کے دل نے چاہا' حیثیت اور اختیار ہمارے پاس ہوتا تو پتا چلتا ہم کتنے مختلف ہیں۔"
"یہ میں نہیں جانتا کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ کیا

کرتیں۔" سلجوق نے سر جھٹکا "لیکن مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ ویسے نہ کرتیں جیسے نیلوفر نے کیا۔"
"شاید اسی لیے ہمارے ہاتھ خالی تھے۔ اللہ کو ہم سے کچھ کروانا منظور ہی نہیں تھا۔"
"اللہ کو آپ سے بہت کچھ کروانا منظور تھا جب ہی تو آپ اس محل نما گھر کے سامان سے بھرے خالی کمروں سے نکل آئیں۔"
"نکل نہیں آئیں، نکال دی گئیں۔" پری نے تصحیح کی۔
"جو بھی ہوا۔" وہ سر جھٹک کر بولا۔ "لیکن آج کو دیکھیں، آج .... جو کل سے بالکل مختلف ہے۔ آج آپ اور گیت دونوں زندگی میں کیسی بھرپور توانائی کے ساتھ مصروف ہیں۔ گھر سے ہی نکالی گئی تھیں نا، اپنے ارد گرد دیکھیے۔" اس نے چاروں طرف نظر ڈالی چار دیواری اور چھت دونوں آپ کے پاس ہیں، عزت اور حیثیت درکار تھی نا؟ وہ پہلے سے بھی زیادہ ہے، رہیں نیلوفر۔"
وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
"ان کا بھی ماضی مت حال دیکھیے۔ اس محل کے سامان سے بھرے خالی کمروں میں بیٹھی وہ کیا کر رہی ہیں، وہی۔"
وہ رک کر لحہ بھر کو ہنسا۔
"اربیل کے پیپے، بابل کی دیواروں سے الٹی لٹکتی مخلوق، ایودھیا کے جنگل اور موہنجوڈارو کے بھکشوؤں کی تپسیا۔" وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ پری اس کے جان دار قہقہے پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔
"ساری ترتیب الٹی کردی تم نے، حیرت ہے نیلوفر کے ساتھ رہتے ہوئے بھی تمہیں یہ سب باتیں ازبر نہیں ہوئیں۔ موہنجوڈارو کے بھکشوؤں کی تپسیا۔" اس نے دہرایا اور سر جھٹکتے ہوئے ہنس دی۔
یہ ہی ان تینوں کے تعلق کی سب سے خوب صورت بات تھی۔ کہ اختلاف رائے بھی ہنسی پر ختم ہوتا تھا۔

"تم سچ کہہ رہے تھے نا تم وہ کیک "تہذیب" سے لے کر آئے تھے۔" گیت نے ان دونوں کے قہقہے کی آواز سن لی تھی، جب ہی کمرے میں آکر وجہ پوچھے بغیر سلجوق سے سوال کر رہی تھیں۔
"بالکل سچ!" سلجوق نے جواب دیا۔
"بس پھر سمجھو تہذیب کا معیار بھی بالکل گر گیا ہے۔" گیت مایوسی سے بولیں۔
"آپ ہفتہ بھر کیک کو فریج میں رکھنے کے بعد کھانے کے لیے نکالیں گی تو اس کی شیلف لائف کو ختم ہوئے بھی چار تین دن تو گزر ہی چکے ہوں گے۔" پری نے کہا۔
"اف! ایک ہفتے سے وہ بے چارہ کیک ویسے ہی رکھا ہے؟" سلجوق نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔
"ہاں تو پھر اس گھر میں میٹھی چیز لائی ہی کیوں جاتی ہے آخر؟" گیت نے منہ بنایا ذیابیطس کی ایک مریضہ اور ڈیٹ کانشس ایک لڑکی کے علاوہ یہاں اور ہے کون جس کے لیے کیکس اینڈ ڈونٹس لائے جاتے ہیں۔"
"اچھا تو آپ ذیابیطس کی مریضہ ہیں؟" سلجوق نے بمشکل اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے پوچھا گیت نے اثبات میں سر ہلایا۔ "تو پھر گاجر کا حلوہ اور شاہی ٹکڑے کس کے لیے بنے تھے اسی ایک ہفتے میں۔" اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔
"تمہارے بابا کی برسی کا ہفتہ ہے یہ۔" گیت نے رکھائی سے جواب دیا۔
"اور برسی کی خوشی میں میٹھے پکوان بن رہے تھے؟" سلجوق نے پری کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔
"تم بھول رہے ہو، تمہارے باپ کو میٹھا بہت پسند تھا۔"
"اور میرے باپ کی یاد آپ میٹھا کھا کر منا رہی ہیں، ہے نا!" سلجوق نے سر ہلایا۔
"گیت! آپ بھی بھول رہی ہیں کہ آپ کے مرحوم شوہر بھی شوگر پیشنٹ تھے اور ان کا انتقال اسی

بدپرہیزی کے سبب ہوا ہو گا۔" پری نے لقمہ جوڑا۔

"ہوا ہو گا۔" گیت نے دہرایا یعنی کہ کسی کو بھی اس کا یقین تو نہیں ہے' محض قیاس آرائی ہے۔

"بہتر ہو گا کہ میرے بابا کی یاد میں آپ قرآن خوانی کرائیں' خود بھی پڑھ کر انہیں بخشا کریں' بہت سکون میں رہے گی ان کی روح وہاں۔" سلجوق نے مشورہ دیا۔

"ہوں!" گیت نے غور کرتے ہوئے سرہلایا اور پھر سلجوق کی طرف دیکھا "اچھا مشورہ ہے' عمل ہو سکتا ہے اس پر۔"

سلجوق نے مسکرا کر سرہلایا اور پھر میز پر رکھی گاڑی کی چابیاں اٹھاتے ہوئے پری کی طرف دیکھا۔ "چلتا ہوں اب!"

"چاہ بابل اور نینوا کے قصے سننے۔" پری نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں ڈاؤن ٹاؤن مونال' بابا کی برسی کا کھانا کھانے۔" سلجوق نے دروازے کے قریب جا کر دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اناٹیلین ڈشنز پر فاتحہ پڑھو گے اور دعا بھی کرو گے؟" پری نے آنکھیں پھاڑیں۔

"بالکل!" اس نے سر کو خم دیا اور باہر نکل گیا۔

"آئیڈیا برا نہیں اس کا۔" اس کے جانے کے بعد پری نے گیت کی طرف دیکھا۔ گیت کسی گہری سوچ میں تھیں۔

"یہ اب آرفن جا کر باپ کے نام پر کھانا تقسیم کرے گا۔ پتا نہیں یہ اتنا بے نیاز اور انجان کیوں بنتا ہے۔"

☆ ☆ ☆

وہ سوا گھنٹہ پیدل چلنے کے بعد کالج سے واپس گھر پہنچی تھی۔ صبح کالج تک پہنچنے میں بھی اتنا ہی وقت لگتا تھا اور اتنا وقت پیدل چلنا کسی کی بھی طبیعت صاف کر سکتا تھا لیکن وہ **آبگین** تھی جسے اتنا چلنے کی عادت ہو چکی تھی۔

"علم کی پیاس ہے میرے اندر بی بی جان! جو بجھنے کا نام نہیں لیتی۔" وہ کچن چیئر پر بیٹھی اپنے سامنے رکھی چینی کی سفید پلیٹ میں موجود دال یا سبزی کو ٹھنڈی روٹی کے نوالوں میں لپیٹ کر کھاتے ہوئے کہتی۔

"اس لیے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مجھے یہ علم حاصل کرنے کے لیے کیا کیا مشکلیں سہنی پڑتی ہیں۔"

"اچھی پیاس ہے بھئی۔" بی بی جان ریک میں خشک ہونے کے لیے رکھے برتنوں کو صاف کپڑے سے پونچھتے ہوئے جواب دیتیں' ہر دوسرے ٹیسٹ میں تو تم فیل ہو جاتی ہو۔ جنہیں زندگی میں صرف علم کی پیاس ہو' وہ تو پڑھائی میں بہت آگے نکل جاتے ہیں۔ اس کو دیکھا ہے امائزہ کو۔"

پھر وہ دائیں بائیں دیکھ کر چپکے سے کہتیں "سنا ہے ہر امتحان میں اول آتی ہے۔ وہ ملتا ہے اسے سونے کا' کیا کہتے ہیں اسے بھلا؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتیں۔

"تمغہ' میڈل۔" **آبگین** کھانا کھاتے ہوئے جواب دیتی۔

"ہاں میڈل' وہ بھی ملا ہے اسے ابھی پچھلے ہی ہفتے۔" بی بی سرگوشی کے انداز میں کہتیں۔

"مجھے بھی ملتا۔" وہ کھانا کھا لینے کے بعد دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑتے ہوئے اپنے تئیں صاف کرتی۔ "لیکن امائزہ اور میرے درمیان **لاجسٹکس** (وسائل) کا فرق ہے۔"

"وہ کیا؟" بی بی کا منہ کھلتا۔ "وہ کیا ہوتا ہے' جو تم کہہ رہی ہو۔"

"پتا نہیں۔" وہ بے نیازی سے شانے اچکاتی "لیکن کسی نے مجھے تسلی دی ہے اور بتایا ہے کہ امائزہ اس لیے ٹاپ پر رہتی ہے اور میں ہمیشہ اس لیے پیچھے رہ جاتی ہوں کہ ہمارے درمیان لاجسٹکس کا فرق ہے۔"

"پتا نہیں۔" بی بی واپس برتنوں کی طرف متوجہ ہو جاتیں "ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔"

"اچھا پھر میں اب چلوں اپنی کچھار میں۔" وہ اٹھ کر کھڑی ہو جاتی۔ "چابیاں عنایت فرمائیں گی اس کمرے کی جس میں آپ نے قارون کا خزانہ بند کر رکھا ہے۔"

"تالا نہ لگاؤں تو وہ جو دو پیالے چائے کے لیے اور ایک آدھ پتیلی' چولہا' چند جوڑے کپڑے رکھے ہیں نا میرے تمہارے وہاں' سب کے سب رشیدہ اور اس کی بیٹی اٹھا کر لے جائے۔" بی بی گلے میں پہنا سیاہ دھاگے کا ہار نکال کر اس کی طرف اچھالتیں جن میں دو چابیاں پروئی تھیں۔

"اور ہماری خلعت فاخرہ چرا کر خالہ رشیدہ اور مہناز' حور پریاں لگنے لگیں گی۔ ہے نا بی بی!" وہ شرارت سے مسکراتی اور چابیوں والا دھاگہ دبوچ کر کچن سے باہر نکل جاتی۔

"یہ اتنا حوصلہ نہ کرے اور اتنی ہنس مکھ نہ ہو تو اس کے تو دن ہی نہ گزر پائیں۔" بی بی اس کی باتیں سننے کے بعد اکثر سوچا کرتیں۔

"کہنے کو یہ اس کے سگے ماموں کا گھر ہے اللہ رکھے جس کی دونوں منزلوں پر ان گنت کمرے ہیں لیکن اسے میرے یعنی گھر کی سرونٹس ہیڈ کے ساتھ اس کے کوارٹر میں جگہ ملی ہے انسان حساس ہو تو اس کے لیے یہ تصور ہی کافی ہے عمر بھر کے رونے کے لیے لیکن نہیں' اس نے تو کبھی تذکرہ بھی نہیں کیا کہ اسے اس بات کا دکھ ہے کہ ماموں نے کبھی اسے اپنی مرحومہ بہن کی بیٹی سمجھا ہی نہیں۔ بس ایک فرض ناگوار کی ادائی کی طرح اس کی ذمہ داری پوری کرتے رہے۔ بے چاری بچی' اللہ جانے اتنا حوصلہ اور صبر کیسے کر لیتی ہے۔ میں نے تو کبھی اسے افسردہ بھی نہیں دیکھا کسی بات پر۔"

مگر یہ بی بی کی غلط فہمی تھی کہ آبگینہ کو کسی بات کا ملال نہیں تھا۔ دن میں بیسیوں بار اسے ان محرومیوں کا خیال ستاتا تھا۔ جو بہت بچپن سے ہی اس کی ذات کا حصہ بن چکی تھیں۔ بچپن معصوم تھا اور انجان بھی جب محرومیاں ایک حیرت زدہ سوال تھیں۔

"فلاں بچے کے پاس فلاں فلاں چیز ہے' میرے پاس کیوں نہیں؟"

"سب بچوں کے امی ابو ہوتے ہیں' صرف میرے ہی کیوں چھن گئے؟"

"جہاں میں رہتی ہوں' وہ ایک گھر ہے اور اس گھر میں سجے سجائے اتنے سارے کمرے ہیں' ان میں سے کوئی ایک کمرہ میرے لیے کیوں نہیں ہے؟" جیسے سوال۔

بچپن گزرا اور شعور نے سمجھ کا دامن پکڑا۔ بہت سے حیرت زدہ سوالوں کے جواب انسانوں کے بجائے حالات دیتے چلے گئے۔

"ہاں تو ایسا ہے کہ دنیا میں بہت سے بچے بہت چھوٹی عمر میں اپنے ماں باپ کھو بیٹھتے ہیں۔ جیسے میری امی کو اللہ نے جلدی ہی اپنے پاس واپس بلا لیا اور امی کے جانے سے پہلے ابو خود امی کو چھوڑ کر نجانے کہاں چلے گئے۔ اگر امی نہ مرتیں تو بھی میں ایک ٹوٹی ہوئی فیملی کا بچہ ہوتی اور میں امی کے ساتھ اس گھر میں رہ رہی ہوتی جس کی دیواریں لکڑیوں کی آگ کے دھوئیں سے کالی ہو چکی تھیں اور جس کے واحد کمرے کی چھت ذرا سی بارش برسنے پر بھی ٹپکنے لگتی تھی۔ امی اللہ میاں کے پاس نہ چلی جاتیں تو شاید میں اسکول کی شکل بھی نہ دیکھ پاتی۔ امی تو مجھے کسی سرکاری اسکول میں بھی نہ پڑھا سکتیں۔"

اس کے شعور نے وقت کے ساتھ ساتھ اسے اس کے سوالوں کے مکمل اور مدلل جواب دینے شروع کر دیے تھے۔

"اور یہ گھر جس میں میں رہ رہی ہوں در حقیقت میرا نہیں ہے۔ میں یہاں مجبوری میں بلکہ دوسرے الفاظ میں دنیا والوں کے طنز و تشنیع سے بچنے کے لیے لائی گئی ہوں۔ یہ گھر چھوٹے ماموں کا ہے۔ بہت اچھے ہیں چھوٹے ماموں جو مجھے یہاں لے تو آئے' بڑے ماموں سے تو یہ بھی نہ ہوا اور جو میں بی بی جان کے

ساتھ رہ رہی ہوں نانو یہ اس لیے ہے کہ چھوٹے ماموں مجھے نانا کے غضب سے بچانا چاہتے ہیں نہ میں ان کے سامنے آؤں گی نہ ہی نانا کو غصہ آئے گا۔"

اب یہ نانا کے غضب والی واحد بات تھی جو اسے بی بی نے بتائی تھی۔ سنا تھا کہ نانا آبگینہ کی امی سے سخت ناراض تھے کیونکہ انہوں نے نانا سے بغاوت کر کے اس کے ابو سے شادی کرلی تھی۔

"جب تمہاری امی کے انتقال کی خبر یہاں پہنچی اور سب سوچنے لگے کہ تمہارا کیا بنے گا تو تمہارے نانا نے کہا۔ "اس بچی کو بھی ماں کے ساتھ ہی دفن کر آؤ۔ لو کفن کے پیسے میں دیتا ہوں۔" بی بی نے اسے بتایا تھا۔

"اوہ پھر تو چھوٹے ماموں بہت بہادر نکلے' مجھے زندہ دفن کرانے کے بجائے اپنے ساتھ یہاں لے آئے۔ مجھے اپنی محرومیوں پر ناراض ہونے اور خود ترسی میں مبتلا ہونے کے بجائے شکر کرنا چاہیے کہ میں زندہ بچ گئی کیا ہوا جو ملازموں کی ہیڈ بی بی جان کے ساتھ رہتی ہوں اور ان سہولتوں سے محروم ہوں جو چھوٹے ماموں کے اپنے بچوں کو حاصل ہیں۔ جی رہی ہوں' کھا پی رہی ہوں' پہن اوڑھ رہی ہوں' پڑھ بھی رہی ہوں۔ کوئی بات نہیں کہ معیار زندگی ان لوگوں سے مختلف اور کم ہے۔"

اس طرح کے سبق دہرانے میں وقت ہی کتنا لگتا تھا خصوصاً "جب الف سے لے کر یے تک ازبر ہو۔ اسی لیے اس کو دیکھ کر کسی کو یہ گمان نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کے اندر کوئی دکھ بھی ہوگا۔ اکثر تو یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس کا دماغ سوچ سے عاری ہے۔ کچھ تو اس کے ساتھ وہ سلوک کرتے تھے جو ذہنی طور پر نابالغ بچوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور اسے اگر شکوہ تھا تو اسی قسم کے سلوک سے تھا۔ ایسا کرنے والوں کے ساتھ وہ عموماً" ردعمل کے طور پر اسی طرح کا سلوک کرتی جو کوئی مجذوب خود پر پتھر پھینکنے والوں کے ساتھ کیا کرتا ہے۔

"یہ ایک بدتمیز' منہ پھٹ' بدتہذیب' بے شعور لڑکی ہے۔" اس کے بارے میں یہ فتویٰ چھوٹی ممانی کی طرف سے جاری ہوا تھا اور پھر اوروں نے اس فتوے کو تسلیم کرتے ہوئے اسے اپنی اپنی اچھی کتابوں کی فہرست سے نکال باہر کیا تھا۔

اس کا باپ بھی سنا تھا۔ ذہنی مریض تھا' مہرالنساء اسی کی دی ہوئی ذہنی اذیتوں کے ہاتھوں مر گئی' اب یہ جینز کا ہی اثر تو لگتا ہے ورنہ ایک پڑھے لکھے' سلجھے ہوئے ماحول میں رہ کر پلنے بڑھنے والی لڑکی اتنی بدتمیز اور بدتہذیب کیسے ہو سکتی ہے۔"

یہ اس کی چھوٹی خالہ کا تبصرہ تھا جو سال میں ایک آدھ بار بچوں کی چھٹیاں گزارنے چھوٹے ماموں کے گھر آیا کرتی تھیں۔ ایک بار اس نے چھوٹی خالہ کی اپنے بارے میں اسی قسم کی گفتگو سن لی تھی اور ایک شکوہ بھری نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا بھی تھا لیکن وہ سر جھٹک کر منہ موڑ گئیں۔

اس روز سے اس کی زندگی کی کتاب میں سے نانا' بڑے ماموں اور چھوٹی خالہ کے نام پر کراس لگ گیا۔ باقی بچے' چھوٹے ماموں اور بڑی خالہ' یہ دونوں اور کچھ نہیں تو اسے انسان تو سمجھتے تھے۔

چھوٹے ماموں نے اسے گھر میں جگہ دے رکھی تھی' اس کی ضروریات اور پڑھائی کا خرچا اٹھاتے تھے۔ اور بڑی خالہ جب بھی آتیں۔ ککی کے پرانے جوڑے' سویٹر' چادریں اور جوتے اسے پہننے کے لیے دے جاتیں۔ زندگی میں اسے اور چاہیے بھی کیا تھا۔ لہٰذا اپنی یہ ضرورتیں پوری ہو جانے پر وہ ان دونوں رشتوں کی دل سے ممنون تھی۔

☼ ☼ ☼

"آئس کریم کے یہ دو اسکوپ تمہاری صحت کے نام۔" سلجوق نے ہاتھ میں آئس کریم کپ اٹھائے لڑکی کو مسکرا کر دیکھا اور ہاتھ میں پکڑی چابی اگنیشن میں ڈال دی۔

"جتنی آئس کریم تم اب تک مجھ سے کھا چکی ہو' میری صحت عمر بھر اچھی رہنے کی امید ہے۔" اس نے گاڑی بیک کرتے ہوئے پارکنگ سے نکالی۔

"آئس کریم' چاکلیٹ اور پریڈوم ہی تو زندگی ہے۔" وہ ٹھٹھرتے ہاتھوں میں آئس کریم کپ تھامے بولی "ارے ہیٹر تو آن کردو پلیز۔"

"بھلا تمہیں مصیبت کیا ہے جو قلفی جما دینے والی سردی میں آئس کریم کھا رہی ہو' ٹھنڈ تو لگے گی۔" سلجوق نے جھلا کر ہیٹر آن کیا۔

"یہ تو میں یونہی کہہ رہی ہوں۔" وہ اپنے پسندیدہ آئس کریم فلیور کے ذائقے پر آنکھیں بند کرکے جھومی۔ "گاڑی میں بیٹھے ہیں تو ہیٹر تو آن ہونا چاہیے۔ ورنہ میں اس روشنیوں میں جھلملاتی دھند بھری سڑک پر پیدل چلتے ہوئے آئس کریم کا پورا کارٹن کھا جاؤں اور مجھے ٹھنڈ نہ لگے۔"

"تم عجیب سرپھری لڑکی ہو' تمہاری فینٹیسیز بھی عجیب ہی ہوتی ہیں۔" وہ دھند بھری سڑک پر ارتکاز کرتے ہوئے بولا۔

"ہاں!" اس نے آئس کریم کا آخری چمچ منہ میں ڈالا۔ "اور وہ اس لیے کہ میں نیلوفر سے بہت متاثر ہوں۔" اس نے شرارت بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اوہ یہ جان کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔" سلجوق نے اس کے پوائنٹ پر کوئی خاص ردعمل نہ ظاہر کرتے ہوئے گویا اسے زچ کرنے کی کوشش کی۔

"سوچ رہی ہوں' کچھ دن نیلوفر کے ساتھ گزاروں۔ دیکھوں' سمجھوں' سوچوں آخر وہ ہر دوسرے انسان سے کیوں بیزار ہیں۔ کوئی تو وجہ ہوگی نا آخر.....؟"

"ضرور..... پلیز' اپنا یہ ارادہ منسوخ نہ کردینا۔ نیلوفر بھی تمہاری کمپنی میں بہت خوش رہیں گی۔" سلجوق نے یوٹرن پر گاڑی بائیں لین میں موڑی۔

"ٹھیک ہے۔" اور پھر اس کے بعد یا تو نیلوفر ہر دوسرے آدم سے خوش نظر آنے لگیں گی یا پھر میں آدم بیزار ہو جاؤں گی۔"

"نقصان کا سودا نہیں ہے ہر دو صورتوں میں تم دونوں کو تو ایک دوسرے کی کمپنی ہمیشہ کے لیے مل جائے گی۔" وہ مسکرایا۔

"لیکن اس گمان میں نہ رہنا کہ میں تمہاری خاطر نیلوفر کو جاننے کی کوشش کروں گی۔" "کیونکہ تمہیں جیتنا نیلوفر سے دوستی کرنے سے مشروط ہے' میں ایسا نہیں سمجھتی۔" وہ آنکھ مارتے ہوئے بولی۔

"مجھے یہ بھی وہم نہیں ہے کہ میرا وجود کسی ٹرافی کی علامت ہے۔ جسے جیتنے کے لیے کوشش کی ضرورت ہے۔" وہ اس روز اسے زچ کرنے پر تلا ہوا تھا۔

"گویا تم بغیر کسی کوشش کے آپ ہی آپ گود میں آ گرنے والے پکے ہوئے پھل ہو۔"

"حقیقت یہ ہے کہ میں پھل تو ہوں ہی نہیں' تمہاری تشبیہہ غلط ہے۔" وہ ایک بار پھر مسکرایا۔

"تو پھر تم کیا ہو؟"

"میں ایورسٹ ہوں امائزہ' مجھے سر کرنے کے لیے جان جوکھم میں ڈالنا پڑتی ہے۔" اس کے لہجے میں اعتماد جھلکا۔

"اور تم جانتے ہو کہ مجھے جان جوکھوں میں ڈالنے سے ڈر نہیں لگتا۔"

"جانتا ہوں' لیکن میں تمہیں چیلنج نہیں دینا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں تم جو کام کر رہی ہو' اسے پورے دھیان اور توجہ کے ساتھ کرو۔"

تم نے جو چیلنج دیا ہی نہیں' سمجھو وہ میں نے لے لیا مسٹر ایورسٹ! میں تمہیں نذیر صابر کی فین بن کر دکھاؤں گی۔" اس کے لہجے میں کھنک تھی۔

☆ ☆ ☆

"تم جانتے بھی تھے کہ کل بابا کی برسی تھی اور گھر پر ان کی یاد میں تقریب رکھی تھی میں نے..... تمہارا اس تقریب میں شرکت کرنا ضروری نہیں تھا کیا؟" وہ ٹوسٹ پر لگے جیم کا شہد آگیں رنگ دیکھتے ہوئے نیلوفر کی ڈانٹ سن رہا تھا۔

"ملک کے دو نامور دانش وروں نے بابا کے حالات زندگی پر مضمون پڑھے اور وہ جو سلیم کا دوانی ہے' نیلوفر بات کرتے ہوئے رکیں اور اپنی پلیٹ میں چمچ

بجاتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔
"سن رہے ہو میری بات؟"
"جی سن رہا ہوں۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔
"کیا کہہ رہی تھی میں بھلا؟" نیلوفر کو دوسروں کا امتحان لینے کا بہت شوق تھا۔
"سلیم کاروانی۔" اس نے نیلوفر کی طرف دیکھے بغیر کہا "وہ جو اہرام مصر کے پس منظر پر منظوم کہانیاں کہتا ہے۔"
"ہوں!" انہیں اطمینان ہو گیا کہ ان کے مخاطب نے کانوں کے سوئچ بند نہیں کر رکھے تھے۔
"سلیم نے بابا کے لیے کیا خوب صورت نظمیں کہیں' ایک نہیں دو' دو۔" انہوں نے خشمگیں نظروں سے اپنے اس چھوٹے بھائی کی طرف دیکھا جو ان کے خیال میں بہت سے رشتوں کے لاڈ پیار سے بگڑ چکا تھا۔
"اچھی بات ہے۔" وہ لمبا سانس کھینچتے ہوئے بولا۔
"اور سب مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ تمہارا بھائی کہاں ہے' کیا اسے مرے ہوئے باپ کی برسی میں کوئی دلچسپی نہیں... اب میں انہیں کیا بتاتی۔" ایک بار پھر رک کر نیلوفر نے اسے گھورا تھا "یہ کہ میرے بھائی کو مرے ہوئے باپ سے زیادہ زندہ چچا اور اس کی زندہ دل بیٹی میں دلچسپی ہے اور وہ اسی کے ساتھ اپنی شامیں گزارنا زیادہ پسند کرتا ہے۔"
سلجوق نے ٹھنڈا ہوتا ٹوسٹ اٹھا کر ایک ٹکڑا دانتوں سے کاٹا اور منہ چلانے لگا۔
"بہت پیارے ہیں نا چھوٹے چچا تمہیں' کل شام رہے بھی ان کے ساتھ ہی ہو گے۔ ان سے یہ بھی پوچھا تھا کہ انہیں کل کی تاریخ یاد تھی یا تمہاری طرح وہ بھی بھول گئے؟" نیلوفر کا لہجہ ایک عام سی بے ضرر بات کہتے ہوئے بھی اتنا ہی کاٹ دار ہوا کرتا تھا پھر یہ تو سوال ہی ایسا تھا۔
"میں نے ان سے یہ نہیں پوچھا۔" اس نے اطمینان سے ٹوسٹ کا ٹکڑا دانتوں سے توڑتے ہوئے اسے چبایا۔
"لیکن یقیناً" انہیں کل کی تاریخ بھولی نہیں ہو گی' بلکہ اس کے محرکین بھی ضرور یاد ہوں گے۔" اس نے یہ بات بھی نیلوفر کی طرف دیکھے بغیر کہی تھی۔
"کیونکہ ایک محرک تو وہ خود ہیں۔" نیلوفر تلخی سے مسکرائیں "اور دوسرا محرک بابا کا وہ ایڈونچر جو انہیں ڈھلتی عمر میں کرنے کا شوق چرایا تھا۔"
"گیت!" سلجوق کے تصور میں وہ صورت ابھری "گیت کوئی ایڈونچر تو نہیں تھیں۔ وہ تو بابا کی محبت تھیں' چشم غزال اور گلابی عارض۔" اسے گیت کی ایک تصویر کے پیچھے بابا کے ہاتھ سے لکھے الفاظ بھی یاد آگئے' انسان کو کسی بھی عمر میں محبت ہو جائے تو ذہن میں محبوب کی تعریف کے لیے کیسے کیسے الفاظ آنے لگتے ہیں' جب ہی تو بابا جیسا ماہر اقتصادیات بھی اردو شاعری سے "چشم غزال اور گلابی عارض جیسے الفاظ چھاپنے پر لگ گیا۔ سلجوق کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑی۔
"زندگی روگ بنا دی اس عورت نے میرے باپ کی۔" "تمہیں پتا ہے جب اس منحوس عورت سے شادی کر لینے پر میں نے بابا کی شکایت دادا سے لگائی تو وہ کیا بولے تھے۔" نیلوفر نے اس کی طرف دیکھا سلجوق نے سر جھکا لیا۔
"وہ کہنے لگے' ایک زمانے میں ڈھاکہ اور بنگال کا جادو بہت مشہور ہوا کرتا تھا۔ سنتے تھے وہاں کی عورتیں مردوں کو اپنا اسیر بنا کر مکھی میں تبدیل کر دیتی تھیں اور انہیں اپنی دیواروں سے چپکا کر رکھا کرتی تھیں' تو اگر واقعی اس عورت کا تعلق بنگلہ دیش سے ہے نا تو بس سمجھ لو کہ اس نے اورنگ زیب کو اپنے جادو سے اسیر کر لیا ہے۔"
"اور اس کے بعد ہم اس جادو کا توڑ کرنے میں مشغول ہو گئے۔" سلجوق نے فساد سے بچنے کے لیے

آپ کے بجائے ہم کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے کہا "اور اس توڑ جوڑ نے بابا کا ناتا زندگی ہی سے توڑ دیا۔" وہ افسردگی سے بولا۔

"تم ہمیں کیوں مورد الزام ٹھہرا رہے ہو، ہم تو متاثرین تھے، مظلوم تھے سوتیلے رشتوں کا شکار ہو رہے تھے۔ وہ منحوس عورت اور اس کی وہ جوان بیٹی۔ اوہ! مجھے ان کی شکلوں کے تصور سے بھی نفرت ہے۔" نیلوفر نے شانے جھٹکتے ہوئے چہرے کا زاویہ یوں بگاڑا جیسے کسی انتہائی کریہہ شے کا نظارہ کرلیا ہو۔

"میرا خیال ہے کہ ناپسندیدہ لوگوں کے تذکرے سے پرہیز ہی کیا جائے تو بہتر ہے۔" سلجوق نے نیچی آواز میں کہا۔ گیتی آرا اور پری وش کا اس انداز میں ذکر یقیناً اسے بہت برا لگتا تھا لیکن وہ نیلوفر کو اپنی سی کہہ دینے سے روک بھی نہیں سکتا تھا۔

"ہاں نہیں کرنا چاہیے ایسے لوگوں کا ذکر جن کے وجود سے اپنے گھر کو آپ نے بمشکل پاک کیا ہو۔" اس کی توقع کے برعکس نیلوفر نے فوراً" ہی اس کی بات مان بھی لی تھی۔

"لیکن چچا کو جو بابا کے سگے بھائی ہیں، ان کی برسی کی تاریخ یاد نہ رکھنے پر کیسے معاف کردوں" گیت اور پری کے تذکرے سے ہٹ کر نیلوفر دوبارہ چچا کے ذکر پر آگئی تھیں۔

"ایک گھنٹہ اور گیا۔" سلجوق نے سوچا اور اب کے حقیقت میں اس نے اپنے کانوں کے سوئچ بند کرلیے۔

✲ ✲ ✲

پیلی پڑتی سفید شلوار قمیص پر سیاہ سویٹر اور سیاہ شال اوڑھے وہ اپنے ٹھٹھرتے ہاتھوں کو شال بلکہ سویٹر کے اندر گھسائے فٹ پاتھ پر تیز قدموں سے چل رہی تھی۔ سرکاری گرلز کالج کی عمارت بس چند ہی قدم دور رہ گئی تھی۔ دائیں جانب مڑتی سڑک کے موڑ پر نصب بجلی کے کھمبے کے قریب وہ آوارہ اور شرارتی لڑکے کھڑے تھے، جو ہر صبح گھر سے کالج تک کے راستے میں جگہ بدل بدل کر کہیں نہ کہیں ضرور کھڑے ملتے تھے۔ اس نے کھمبے کے قریب سے تیزی سے گزر جانا چاہا، لیکن اس کی اس کوشش سے پہلے ان چاروں لڑکوں میں سے ایک ہاتھ میں پکڑی پانی کی بوتل سے ہوا میں پانی کا چھڑکاؤ کرچکا تھا۔ کھمبے کے اردگرد اور اس کے نیچے اینٹیں نہ ہونے کے باعث کچی مٹی اور گرد ایک چھوٹے سے ڈھیر کی صورت میں پڑے تھے۔

پانی کے چھڑکاؤ نے اس ڈھیر کو کیچڑ بنا کر اچھالا اور کیچڑ کے وہ چھینٹے آنگین کے یونیفارم اور سیاہ جوتوں کو داغدار کرگئے.... اس کا دل دانت پیستے ہوئے ان لڑکوں کو گالیاں دینے کو چاہا لیکن اس بھرے چوک میں اپنا تماشا بننے کا تصور صرف اس کی آنکھوں میں بے بسی کے آنسو چمکا کر گزر گیا۔ کیچڑ کے نقش و نگار سے مزین کپڑوں اور جوتوں سمیت وہ آگے چلتی چلی گئی۔

کالج کے گیٹ سے گزر کر اندر جانے سے پہلے اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہ لڑکے وہیں کھڑے اس پر ہنس رہے تھے اور یقیناً" اس کے بارے میں بلند آواز میں جملے بھی

اچھال رہے ہوں گے۔
کیچڑ کے چھینٹے زیادہ تکلیف دہ تھے یا وہ ان لڑکوں کے کسے جملے وہ فوری طور پر فیصلہ نہ کرپائی تھی۔

☼ ☼ ☼

اباجی کے واپس لوٹنے کی خبر انہیں عفت نے دی تھی۔ کیسا اتفاق تھا کہ ان کا باپ اکثر اپنے بیٹے کے بجائے بہو سے بات کرنا زیادہ پسند کرتا تھا۔ اسی لیے اپنے بارے میں ان کا خیال تھا کہ انہیں رشتوں کو ان کی حیثیت کے مطابق نبھانا نہیں آتا تھا۔ جب ہی ان کا باپ ان کی بیوی سے بات کرنے اور اپنی بات سمجھانے میں سہولت سمجھتا تھا ان کا بیٹا ان سے زیادہ اپنے ماموں سے بے تکلف تھا اور بیٹی ان کے بھتیجے سے۔

"اباجی ہم سب سے فرار حاصل کر کے بہزاد اور ہمایوں کے پاس وقت گزارنے گئے تھے' ورنہ تو لمبی مدت کا تھا لیکن لگتا ہے دائیں بائیں دیکھ لینے کے بعد سٹ پٹا کر واپس بھاگ آنا چاہتے ہیں۔"

"بہزاد اور ہمایوں۔" ان کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری۔ نیلوفر سے فرار حاصل کر کے کینیڈا جا بسے' یہ اور بات کہ نیلوفر سے نہ تو نجات ممکن ہے نہ ہی فرار۔

"اور خود نیلوفر۔" انہیں اپنی پیاری بھتیجی کا خیال آیا۔ پرفیکشن کے مرض میں مبتلا لڑکی' رشتے جس کے ترازو میں بیلنس نہیں ہو پاتے۔ جب ہی تو سگا بھائی اور اصلی شوہر' کینیڈا میں جان چھپائے پناہ گزین ہوئے بیٹھے ہیں اور اسے ان سے دوری کھلنے کے بجائے اس وقت کا انتظار ہے جب ترازو کے ایک پلڑے میں بہزاد اور ہمایوں ہوں گے اور دوسرے میں خود نیلوفر اور دونوں پلڑے ہم وزن نکلیں گے۔ ایک اور قسم کی خود فریبی۔" وہ دل ہی دل میں ہنسے۔

"گیتی آرا میرے مرحوم بھائی کی بنگالی بیوی اور اس کے پہلے شوہر کی بیٹی پری وش۔ گیتی آرا جو میرے بھائی کی محبت تھی اور اس کی خواہش بھی لیکن اس بی بی سے محبت کرنے کے بعد اسے بیاہ لانے کی خواہش کرتے ہوئے وہ بھول گیا کہ یہاں محبت کرنے کی سزا عمر بھر معاف نہیں ہوتی۔ اس سزا سے مر کر ہی آزاد ہوا جا سکتا ہے۔ اسے اپنی بہن افروز کی زندگی' اس کی محبت اور محبت کی شادی کا قصہ شاید بھول گیا تھا۔ جب ہی وہ گیتی آرا کو بیاہ لایا' گیتی آرا کے ساتھ پری وش بھی اس کے گھر کی مکین بن گئی۔

جس دن ایسا ہوا' اسی دن محبت کے جرم کی عمر قید کا آغاز ہو گیا۔ اس بار منصف اگرچہ اباجی نہیں تھے لیکن نیلوفر کو ان کی ایسی آشیرباد حاصل تھی کہ جہانگیر بھائی کی محبت گلوں' شکووں' شکایتوں' جذباتی تقریروں اور مگرمچھ کے آنسوؤں کے پیچھے چھپتی چلی گئی' دل' خواہش' محبت اور سرشاری پس منظر میں چلے گئے اور پیش منظر میں صرف اور صرف نیلوفر رہ گئی' جس پر باپ کی دوسری شادی ظلم بن کر ٹوٹی تھی اور جوانی مری ہوئی ماں کی جگہ کسی دوسری عورت کو دینے پر ہرگز تیار نہ تھی۔"

ان کی نظروں کے سامنے ماضی کے وہ تلخ اور طویل دن گھوم گئے' جب ان کے بھائی کا گھر ایک جنگی محاذ کا منظر پیش کرتا تھا اور جس فوج کے گھوڑے پسپا ہو کر سٹ پٹائے ہوئے پیچھے کی طرف بھاگ رہے تھے اس کا سپہ سالار خود ان کا بھائی تھا۔ سدا کی ضدی' من موجی اور انتہا پسند نیلوفر' گیتی آرا سے نفرت کی آگ میں ایسی سلگی کہ اسے یہ بھی نظر نہیں آیا اس معتدل مزاج' صابر' باشعور' تعلیم یافتہ اور تجربہ کار عورت نے اس کے باپ اور اس کے گھر کو کیسی عمدگی سے سنبھال لیا تھا۔ اس کے دو چھوٹے بھائی جس عورت کے ایسے گرویدہ ہوئے تھے کہ ماں سے محرومی کا دکھ بھولنے لگے تھے۔ اسے یاد تھا تو بس یہ کہ گیتی آرا اس کی ماں کے گھر پر قبضہ کر چکی تھی اس کے باپ کا دل گیتی آرا کا مفتوحہ علاقہ بن چکا تھا۔

گیتی آرا سے نفرت کی آگ نے اپنی تپش کا احساس ہر کسی کو دلایا تھا لیکن جہانگیر کو تو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا' وقت گزرتا رہا اور جہانگیر اس آگ میں جل کر خاکستر ہوتے چلے گئے۔ آخری بار

جب میں ان سے ملنے گیا تو ان کی زبان ان کے الفاظ کا ساتھ چھوڑ چکی تھی' وہ خوبصورت آواز کہیں گم ہو چکی تھی۔ ایک جان لیوا بے بسی کے احساس کے ساتھ انہوں نے نظر اٹھا کر مجھے دیکھا اور اپنا لرزتا ہوا ہاتھ ہوا میں اٹھا دیا گویا کہہ رہے ہوں۔

"سب خاک ہے عالمگیر! سب خاک ہے۔"

انہوں نے مرحوم بھائی کے آخری بار دیکھے چہرے کے تصور سے دھیان ہٹانے کو دوسری طرف دیکھا۔ لیکن انہیں بھائی کی آنکھ سے ڈھلکتا وہ آخری آنسو تو تادم مرگ نہیں بھول سکتا تھا۔

"برا کیا تم نے نیلوفر!" انہوں نے دکھ کے اس لمحے کو حلق سے اتارتے ہوئے سوچا "اپنی غرض کے لیے تم کتنے ہی بے ضرر انسانوں کی زندگیوں سے کھیل گئیں۔" انہوں نے سر جھکا کر اپنی نم آنکھوں کو ہاتھ سے خشک کیا۔

"نجانے کہاں ہے اب گیتی آرا اور کس حال میں رہ رہی ہوگی' جہانگیر بھائی کے انتقال کے بعد نیلوفر نے اسے جہانگیر کے گھر کی ہر چیز سے بے دخل کرتے ہوئے جیسے گھر سے نکالا تھا۔ زندگی کا وہ ایک لمحہ بھی انہیں اچھی طرح یاد تھا۔

"اور میں!" جانتا تھا' سمجھتا تھا پھر بھی نیلوفر کو روک پایا نہ ہی گیتی آرا کی خبر لے پایا کیونکہ خود میں بھی تو اپنے گھر میں خود فریبی میں مبتلا لوگوں کے درمیان رہ رہا ہوں۔ میں اور میری بیوی عفت ایک دوسرے کے لیے ابا جی کا انتخاب تھے۔ شاید اسی انتخاب کے احترام میں عمر گزر گئی۔ نہ وہ میرے دل کے قریب آکر مجھے سمجھ پائی نہ ہی میں نے اس کے دل تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی' ہم اپنی زندگیوں میں امائزہ عالم گیر اور ذوالکفل عالمگیر کے حصول کو ہی اپنا اعزاز سمجھتے ہوئے زندگیاں گزارتے رہے۔

"اور اب یہ ہے کہ ابا جی' بہزاد اور ہمایوں کے پاس رہنے کے بعد واپس آرہے ہیں اس بار نیلوفر کے پاس ٹھہرنے کے بجائے میرے گھر میں ٹھہریں گے اور یہ اطلاع مجھے دیتے ہوئے عفت نے مجھے جتانے والی نظروں سے دیکھا تھا بھلا کیوں دیکھا تھا۔"

انہوں نے سر اٹھا کر سامنے دیکھتے ہوئے سمجھنے کی کوشش کی۔

"ہاں یاد آگیا' کیوں دیکھا تھا؟" پھر انہوں نے سر ہلاتے ہوئے سوچا اور اٹھ کر اپنی لائبریری سے باہر آگئے۔ لائبریری سے باہر کوریڈور خالی پڑا تھا۔ وہ کوریڈور سے گزر کر باہر نکلے۔ ان کے سامنے وسیع و عریض سرسبز لان تھا جس کی نرم ہموار گھاس پر سرما کی دھوپ بکھری ہوئی تھی۔ سیڑھیاں اتر کر وہ ٹائل سے بنی روش پر چلتے چلتے گھر کی مرکزی رہائشی عمارت کے دائیں جانب بنے قطار در قطار کمروں کی طرف چل دیے۔ حسب توقع وہ انہیں ان کمروں کے پچھواڑے موجود چھوٹے سے صحن میں کائی زدہ آبی فوارے کی منڈیر پر بیٹھی ملی۔ اس کی گود میں کوئی کتاب تھی اور خود وہ آنکھیں موندے گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھی تھی۔

"مجھے تمہیں بتانا تھا کہ ابا جی واپس آرہے ہیں۔ وہ یہیں ٹھہریں گے۔ تم ذرا احتیاط سے رہنا۔" رسمی حال احوال پوچھنے کے بعد انہوں نے اس سے کہا تھا۔

"میں تو ویسے بھی اس طرف نہیں جاتی سوائے کھانا کھانے کے لیے۔ وہ بھی صرف کچن تک۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"میں بی بی سے کہہ دوں گا' تمہارا کھانا بھی ادھر ہی پہنچا دیا کریں۔" انہوں نے نیچی آواز میں کہا اور بازو کمر کے پیچھے باندھے واپس جانے کے لیے مڑ گئے۔ وہ ان سے ایک دو باتیں اور بھی کرنا چاہتی تھی لیکن انہوں نے اس کا موقع اسے دیا ہی نہیں تھا۔

"مجھے مان لینا چاہیے کہ میں نے ایک ایسی بھاری ذمہ داری سر پر لے لی ہے جو نہ بھی لیتا تو کوئی فرق نہ پڑتا۔"

آہستہ قدموں سے چلتے واپس گھر کی طرف آتے انہوں نے سوچا تھا اور ایسا سوچتے ہوئے انہیں یقین تھا کہ وہ شہد رنگ حیران آنکھیں ان کو اس وقت تک دیکھتی رہیں گی جب تک وہ ان کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہو جائیں گے۔

"گلہ!" سلجوق نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔
یہاں ایسا ہے کون جس سے ہم کسی بات کا گلہ کر سکتے ہیں۔" بہزاد نے اس کے حیرت بھرے سوال کو سنا اور سر جھٹک کر اٹھ کر چلا گیا تھا۔ جاتے ہوئے اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔
اور یہ وہی وقت تھا جب بابا کی وفات کے بعد نیلو فر، گیت اور پری کو گھر سے نکال باہر کرنے میں بالآخر کامیاب ہو چکی تھی۔
نیلو فر نے ایک دن بھی ان دونوں کے وجود کو تسلیم نہیں کیا تھا مگر سلجوق اور بہزاد کے لیے گیت ایک ایسا رشتہ ثابت ہوئی تھیں جس نے ماں سے بچپن میں محرومی کا ایک نامحسوس سا احساس مٹا دیا تھا۔ گھر میں نوکروں کی ایک فوج کے موجود ہوتے ہوئے بھی وہ ان دونوں کے ہر کام میں ذاتی دلچسپی لیا کرتی تھیں۔ دونوں کا کھانا پینا' لباس' تعلیم سب گیتی آرا کے ذاتی معاملات بن چکے تھے۔ نیلو فر کی گھر کیوں' طعنوں اور شکووں کے باوجود وہ دونوں گیتی آرا کے وجود کے نرم گرم احساس کے عادی ہو چکے تھے۔
"بہت آسان کام ہے۔" نیلو فر ان دونوں کی اس روش کی شکایت دادا سے کرتی تو وہ اسے طرح دیتے ہوئے کہتے "جو سب وہ عورت تمہارے دونوں بھائیوں کے لیے کرتی ہے' وہ سب تم کرنے لگو تو وہ خود بخود اس سے دور اور تمہارے قریب آنے لگیں گے۔
"میں!" سلجوق کو اچھی طرح یاد تھا' دادا کے مشورے پر نیلو فر نے تیوری چڑھاتے ہوئے کہا تھا۔
'میں کروں وہ سب کام۔ ان کے سامنے دھری پلیٹوں میں ڈونگوں سے کھانا نکال نکال کر ڈالنے کا کام' ٹھنڈی ہوتی چپاتی کو اٹھا کر گرم چپاتی رکھنے کا کام' ان کے میلے کپڑوں کے بٹن اور بکس چیک کرنے کا کام' ان کے جوتوں کو پالش اور مرمت کروانے کا کام' ان کے پورے پورے سلیبس پڑھ ڈالنے کا کام۔ دادا! آپ مجھ سے یہ سب کام کرنے کی توقع بھی کیسے کر سکتے ہیں۔"
"وہ بھی تو کر رہی ہے نا۔ تم کیوں نہیں؟" دادا نے

☼ ☼ ☼

سلجوق کو اپنے سگے بڑے بھائی بہزاد سے بات کرتے ہوئے ہمیشہ دقت محسوس ہوتی تھی۔ اگرچہ بہزاد اور وہ خود بچپن سے ہی نیلو فر کے استحصال کا شکار ہوتے رہے تھے ایسے میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے لیکن عمروں میں صرف دو سال کے تفاوت کے باوجود دونوں کے درمیان کئی ایک عمر کا فاصلہ سا کھڑا محسوس ہوتا تھا۔
دونوں کی شخصیتوں میں بھی زمین آسمان کا سا فرق تھا۔
بہزاد' شہر کی سب سے بڑی اور ملک کی نامور یونیورسٹی سے الیکٹریکل انجینئرنگ کر رہا تھا جب اس سے دو سال بعد سلجوق نے اسی یونیورسٹی کی ایڈمیشن لسٹ میں پہلے دس نمبروں پر نام آنے کے باوجود کمپیوٹر سائنس میں داخلہ لے لیا۔ یہ پہلا موقع تھا جب بہزاد پوری طرح ایک بڑے بھائی کے روپ میں اس کے سامنے آیا۔ اسے سلجوق کے انتخاب پر حیرت ہی نہیں غصہ بھی تھا۔
"میری ترجیحات کی فہرست میں پہلی ترجیح میں یہ ہی درج تھا۔" سلجوق نے بے نیازی سے جواب دیا تھا۔
"تم جانتے ہو کہ وقت بدل رہا ہے اور وقت کی ترجیحات بھی۔" بہزاد کو اس کی بے نیازی نے اور بھی چڑا دیا تھا۔
"وقت کے بدلنے کی بات نہ کریں' وقت سے بڑا ڈراما باز میں نے کوئی اور نہیں دیکھا۔ جب جی چاہتا ہے پڑے پڑے کروٹ بدل لیتا ہے۔ وقت کی ترجیحات پر بھروسا کون کرے۔" سلجوق بدمزہ ہو کر بولا تھا۔
"ٹھیک ہے پھر جب چار سال کی ڈگری کے بعد بھی کوئی مناسب پروفیشنل کیریر نہ بنا پائے تو گلہ نہ کرنا۔" اس کی مسلسل بے نیازی کو دیکھ کر بہزاد واپس اپنے خول میں گھس گیا تھا۔

نیلو فر کے چلّانے پر نرمی سے کہا تھا۔

"اس کی عمر دیکھیں۔ دگنی ہے مجھ سے۔" نیلو فر نے ہاتھ نچاتے ہوئے کہا تھا "اور اس کی کلاس دیکھیں۔ خدا جانے کسی گھسیارے کی اولاد ہے یا موچی' درزی' مچھیرے کی۔ پیسہ' حسن اور سہولت' انسان کے چہرے' مزاج اور رویے کی مسکینی کو بدل سکتے ہیں نا ہی ختم کر سکتے ہیں۔"

"تم سے کس نے کہا' وہ حسین ہے۔" دادا نے غالباً" نیلو فر کو بپھرتے دیکھ کر بات بدلنے کی کوشش کی تھی۔

اس سے آگے دونوں میں کیا بات ہوئی تھی' سلجوق نے سنا نہیں تھا کیونکہ دادا کو بات بدلتے دیکھ کر وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا' وہ جانتا تھا کہ دادا اور نیلو فر اب گیت کی شکل وصورت پر بات کرنے والے تھے اور اسے کسی کا بھی گیت کو کم صورت' سانولی بھینس جیسی آنکھوں والی کہنا گوارا نہیں تھا۔ شروع شروع میں تو گیت کو یوں موضوع گفتگو بنے سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔ پھر اس نے احساسات پر قابو پانا سیکھ لیا۔

گیت اس گھر سے پری سمیت نکال دی گئیں اور بابا کے بعد گھر میں جو زندگی کا احساس پہلے سے کم ہو گیا تھا گیت کے چلے جانے کے بعد رفتہ رفتہ ختم ہو گیا۔ بہزاد نے تعلیم مکمل کی۔ ان ہی دنوں دادا اور نیلو فر کو ہمایوں بھائی نیلو فر کے لیے پسند آگئے۔ کم گو' مرنجان مرنج' شریف ہمایوں بھائی کا انتخاب نیلو فر کے لیے کرتے ہوئے یقیناً" دادا کے پیش نظر بہت سی مصلحتیں ہوں گی' شادی پورے دھوم دھڑکے کے ساتھ ہوئی اور ہمایوں بھائی بیاہ کر نیلو فر کے گھر آگئے۔

"نیلو فر نے محبت بھی بہت دیکھ بھال کر کی۔" بہزاد نے اس واقعے پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا۔ "ایک ایسے شخص سے محبت جس کے آگے پیچھے کوئی نہیں اور جو نیلو فر کو رخصت کرا کر یہاں سے لے جانے کے بجائے خود رخصت ہو کر یہاں آجائے' اس سے بہتر انتخاب اور کیا ہو سکتا ہے۔"

لیکن ہمایوں بھائی حکم کا غلام ثابت نہ ہو سکے۔

نیلوفر انہیں اس طرح چلانا چاہتی تھیں جیسے ان کا دل چاہتا تھا۔ ہمایوں بھائی اس صورت حال سے زیادہ دیر سمجھوتا نہ کرپائے، لیکن چونکہ شریف اور وضع دار انسان تھے اس لیے نیلوفر کو چھوڑ دینے کے بجائے خود کو نیلوفر سے دور اتنے فاصلے پر لے گئے جہاں ان دونوں کے درمیان آئے روز کی کج بحثیوں کی گنجائش نہیں رہی تھی۔

انہوں نے کینیڈا جا بسیرا کرلیا۔ کارپوریٹ لاء کے ماہر تھے۔ کینیڈا میں کافی عرصہ گروسری شاپ پر نوکری کرتے رہے۔ لیکن وہ بھی ان کے نزدیک گھاٹے کا سودا نہیں تھا۔ کینیڈا چلے جانے کے بعد سے اب تک نیلوفر کے ساتھ تعلقات خوشگوار ہی چلے آرہے تھے۔

بہزاد نے ڈگری لینے کے بعد کچھ عرصہ پاکستان میں جاب کی اور پھر وہ بھی ہمایوں بھائی کے پاس چلا گیا۔ دونوں وہاں اکٹھے رہ رہے تھے اور خوش تھے۔ گزشتہ سال دونوں نے دادا کو بھی اپنے پاس بلالیا تھا۔ دادا وہاں کسی ایسی بیماری کا علاج کرانے گئے تھے جو غالباً" انہیں لاحق ہی نہیں ہوئی تھی۔

"جس بیماری کا نام "نیلوفر" ہو، وہ لاحق نہیں ہوا کرتی کیونکہ وہ پیدائشی ہوتی ہے اور دنیا بھر کے ڈاکٹر بھی سر جوڑ کر بیٹھ جائیں تو اس بیماری کا علاج نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو اس کے روٹ کاز تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔" اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے پری نے ایک بار کہا تھا۔

یونیورسٹی کے آخری دنوں میں سلجوق کا تعلق گیت اور پری سے دوبارہ جڑ گیا تھا۔ نیلوفر کے ہاتھوں اس گھر سے نکلنے کے بعد گیت، پری کو لے کر کراچی چلی گئی تھیں۔ لیکن اس شہر میں رہ نہ پائیں اور انہیں لوٹنا پڑا تھا اور اب وہ ایک مقامی کالج میں پڑھا رہی تھیں۔ پری انٹیریر ڈیزائننگ کے کورسز مکمل کرچکی تھی اور اپنا ذاتی کام کر رہی تھی۔ دونوں لاہور میں ایک چھوٹے سے گھر میں رہ رہی تھیں۔

درمیانی وقفے کے بعد پہلی بار گیت اور پری کو اتفاقی طور پر کپڑوں کی ایک دکان پر سامنے پاکر سلجوق کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ان سے کیا کہے۔ وہ گرما کی ایک خوشگوار شام تھی، دنوں کی تپش اور حبس بھرے موسم کے بعد بادل برسے تھے! وہ دونوں بارش رکنے کا انتظار کرنے کے لیے اس دکان پر کھڑی ہینگرز پر لٹکے ملبوسات دیکھ رہی تھیں جب اسی دکان پر خریداری کرتے سلجوق کی نظر گیت پر پڑی تھی اسے یہ خیال آیا تھا کہ وہ زیادتی کرنے والے قبیلے کا فرد تھا اور وہ دونوں اس زیادتی کا شکار ہوئی تھیں۔ ان کا ردعمل کیا ہوسکتا تھا، شاید اسی لاشعوری خوف کے تحت اس نے دائیں بائیں نظریں گھماتے ہوئے کسی راہ فرار کو تلاش کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ گیت تھیں جو تیز قدم چلتیں اس کے قریب آکھڑی ہوئی تھیں۔

"تم تو اچانک سے اتنے بڑے ہوگئے سلجوق! ادھر میری طرف دیکھو.... میرے ٹال، ہینڈسم بوائے۔"

بس یہ ہی پیار بھرا جملہ درمیان کے سارے فاصلے مٹاتا ہوا سلجوق اور گیت کے تعلق کو دوبارہ جوڑ گیا تھا۔

"اصولاً" تو تمہیں بھی اپنے بھائی کے ساتھ کینیڈا میں ہونا چاہیے تھا۔" اسی شام گیت کے مختصر سے گھر کے لاؤنج میں بیٹھے پری نے سلجوق سے درمیانی وقفے کے دوران کے حالات سننے کے بعد کہا تھا۔

"شاید میں بہزاد جیسا دو ٹوک نہیں ہوں۔" سلجوق نے سادگی کے ساتھ اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا۔ "یا شاید میں نیلوفر کو بالکل تنہا ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔"

"گویا تمہیں نیلوفر سے ہمدردی ہے۔" پری نے مسکرا کر پوچھا تھا۔

"شاید مجھے نیلوفر سے محبت بھی ہے۔" اس نے خود کو کہتے سنا تھا۔

"اس لیے کہ تم جہانگیر کے بیٹے ہو۔" اس کی مشکل ایک بار پھر گیت کے اس جملے نے آسان کردی تھی، جہانگیر نے بھی نیلوفر کی خاطر اپنی خوشیوں سے منہ موڑلیا۔" وہ افسردگی کے ساتھ مسکرائیں۔

"کوئی یہ مت بھولے کہ وہ نیلوفر کی خاطر اپنی خوشیوں سے منہ موڑ لینے کی کوشش میں موت کے منہ میں چلے گئے۔" پری نے ایک تلخ حقیقت یاد

دلانے کی کوشش کی۔

"آپ بھی یہ مت بھولیں کہ میں جہانگیر نہیں سلجوق ہوں۔ میرے اور بابا کے درمیان پوری ایک جنریشن کا فرق ہے اور میری کمر پر دوسروں کے تجربات کا بیگ بھی لٹک رہا ہے۔" اس نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا تھا۔

گیت کا دل بڑا تھا اور ظرف اعلا۔ سلجوق کے لیے شاید کچھ زیادہ ہی 'جب ہی انہوں نے اسے ایک بار پھر اپنی زندگی میں خوش آمدید کہا تھا۔ یوں کسی بھی چوتھے شخص کو پتا چلے بغیر گیت 'پری اور سلجوق کا تعلق نئے سرے سے جڑ گیا۔ گیت اور پری کی دوستی اور رفاقت اتنی خوشگوار تھی کہ سلجوق ان کے ساتھ گزرے وقت میں زندگی کی باقی سب تلخ حقیقتوں کو بھول جاتا تھا۔

گیت 'ایک بار پھر اس کے لیے سراپا ماں بن گئی تھیں اور پری 'پری کی موجودگی میں اسے ایسا لگتا جیسے زندگی میں کوئی دکھ کوئی پریشانی تھی ہی نہیں۔ وہ اس کے ہر معاملے میں یوں دلچسپی لیتی جیسے وہ معاملہ سلجوق کا نہیں اس کا اپنا ہو۔ پری کے مشورے 'اس کی نصیحتیں اور اس کا تجربہ قدم قدم پر سلجوق کے کام آنے لگا تھا 'گیت اور پری کے تصور میں اسے تحفظ کا ایک ناقابل بیان احساس ہوتا تھا۔

☼ ☼ ☼

اس نے چھوٹے ماموں کو زبان دی تھی کہ وہ کسی بھی کام سے ان کی رہائشی عمارت کی طرف نہیں جائے گی اور وہ اپنی اس زبان پر سختی سے قائم تھی جبکہ وہ یہ بات بھی جانتی تھی کہ چھوٹے ماموں اس پر نظر رکھنے کے لیے گھر میں ان دنوں موجود نہیں تھے۔ بی بی اسے بتا چکی تھیں کہ وہ کاروباری نوعیت کے کسی کام کے سلسلے میں ملک سے باہر جا چکے تھے لیکن وہ زندگی کے معاملات میں ڈنڈی مارنے کی عادی نہیں تھی یا شاید اسے ڈنڈی مارنا آتا ہی نہیں تھا۔

سرما کے دن مختصر تھے اور اس کی واپسی کے فوراً" ہی بعد شام پڑنے لگتی تھی چھوٹے ماموں کی ہدایت کے مطابق بی بی 'اس کے لیے کھانا اپنے کمرے میں رکھ جاتی تھیں۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ اپنی کتابیں کھول کر بیٹھ جاتی اور ان میں لکھے سبق پڑھنے کے بجائے اس خوف سے ہولنے میں وقت گزار دیتی کہ اگر چھوٹے ماموں کی واپسی میں تاخیر ہو گئی تو بارہویں جماعت کے فائنل امتحان کے لیے اس کی داخلہ فیس کہاں سے آئے گی۔ دن تیزی سے گزر رہے تھے اور فیس جمع کروانے کی آخری تاریخ قریب تر آتی جا رہی تھی۔ روزانہ کالج سے واپسی پر وہ بڑی آس اور امید کے ساتھ بی بی سے چھوٹے ماموں کے بارے میں پوچھتی اور اسے پتا چلتا تھا کہ وہ واپس نہیں آئے۔ اس کے دل کی مایوسی اور خوف گزرے کل سے زیادہ بڑھ جاتا۔

داخلہ فیس جمع نہ کروانے کا مطلب فائنل امتحان سے چھٹی یعنی پورا ایک سال ضائع ہو جانے کا امکان۔ وہ اپنے ان خوابوں کو ہواؤں میں بکھرتے دیکھتی جن میں اسے چودہ جماعتیں پڑھ لینے کے بعد کسی اسکول میں نوکری کرنا تھی اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو جانا تھا۔

بی بی کی بھانجی آپا مسرت النساء جو خود بھی ایک سرکاری سکول میں پڑھا رہی تھی نے اسے یقین دلا رکھا تھا کہ جس روز اس کے پاس بی اے کا امتحان پاس کر لینے کا سرٹیفکیٹ آگیا۔ آپا مسرت النساء نے اپنا جو پرائیویٹ اسکول کھول رکھا تھا اس میں اس کی نوکری پکی ہو جائے گی۔

"میرے اپنے پاس اتنے پیسے ہوتے تو میں سارے تمہیں دے دیتی...." بی بی اس کی پریشانی سن کر کہتیں۔ "لیکن تمہیں تو پتا ہے ہمیں اپنی پوری تنخواہ کمیٹیوں میں ڈال دیتی ہوں۔ میری روٹی' پانی' کپڑے لتے کا انتظام تو مالکوں کے گھر سے ہی ہو جاتا ہے پھر میں نے تنخواہ اپنے پاس رکھ کر کیا کرنی ہوتی ہے۔" اس گھر کے باقی سرونٹ کوارٹرز میں رہنے والے ملازموں کے حالات بھی ایسے ہی تھے۔ مہینے کے اس حصے میں اس کی مدد کرنے کے لیے کسی کے بھی پاس کچھ نہیں بچا تھا۔

"میری مانو' ہمت کرو' جا کر بیگم صاحب سے مانگ لو۔" بی بی نے اسے کئی بار ہلا شیری دینے کی کوشش کی تھی لیکن یہ وہ ہمت تھی جو آبگینہ چاہ کر بھی نہ کرپاتی تھی۔ ایسی کسی بہادری کے نتیجے میں وہ سر چھپانے کے اس آسرے سے بھی جا سکتی تھی' اسی لیے دن بھر کالج میں اور واپسی پر کوارٹر کی اس چھت کے نیچے کتاب سامنے رکھے گھنٹتی رہتی تھی۔

"اللہ چھوٹے ماموں کو جلد از جلد واپس بھیج دے۔" ان دنوں اس کی نمازوں اور دعاؤں میں بھی صرف اسی ایک جملے کی تکرار ہوتی تھی۔

اس روز بھی کالج سے واپسی پر گھر کے گیٹ کے اندر داخل ہوتے ہوئے اس نے اسی امید کے ساتھ ڈرائیو وے' گیراج اور رہائشی عمارت کے داخلی دروازے کی طرف دیکھا تھا کہ شاید چھوٹے ماموں کی واپسی کا کوئی نشان نظر آجائے' اسے ایسا کوئی نشان تو نہیں ملا لیکن ڈرائیو وے پر کھڑے چوکیدار سے باتیں کرتے اس شخص کی نظر اس پر ضرور پڑ گئی تھی اور وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

آبگینہ اگرچہ اگلے ہی لمحے اس منظر سے نظر چرا گئی تھی لیکن اسے اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ دیکھی جا چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

"سلجوق کے دادا واپس آچکے ہیں۔" پری نے مونگ پھلی چھیلتے ہوئے گیت کو اطلاع دی۔

"ہاں مجھے بھی بتایا تھا سلجوق نے۔" گیت کوئی کتاب سامنے رکھے اگلے روز کے لیے لیکچر تیار کر رہی تھیں۔

"اچھا!" پری نے حیرت سے انہیں دیکھا "تو آپ کو حیرانی نہیں لاحق ہو رہی کہ اس بار وہ سلجوق اور نیلوفر کے گھر کے بجائے ان کے چھوٹے چچا کے گھر کیوں ٹھہر گئے ہیں؟"

"سلجوق سے تم نے یہ سوال ضرور کیا ہوگا' اس نے جواب نہیں دیا کیا؟"

"اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا۔" پری نے کچھ دیر تک گیت کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد سر ہلاتے ہوئے کہا تھا "لیکن یقیناً" وہ نیلوفر سے بچنا چاہتے ہوں گے۔"

"نیلوفر سے بچنا ان کے لیے اتنا آسان ہوگا کیا؟ پہلی مرتبہ گیت نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"بس اپنا ٹھکانا بدلا اور نیلوفر سے جان چھوٹ گئی۔"

"تو پھر کوئی دوسری وجہ کیا ہو سکتی ہے۔" پری نے مونگ پھلی کے چھلکے ہوئے دانے ان کی طرف بڑھائے۔

"پتا نہیں۔" وہ بے نیازی سے بولیں "اس خاندان کے مرد اتنی آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکتے۔"

"اور اس خاندان کی خواتین؟" پری کے لہجے میں استہزا تھا۔ "ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"تم نیلوفر فارمولا کو جنرلائز کرنے کی کوشش مت کرو۔ عالمگیر بھائی کی وائف اور ان کی بیٹی امائزہ امیزنگ خواتین ہیں' بے ریا اور بے ضرر۔" گیت نے اپنی نظریں کتاب سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تمہیں پتا ہے امائزہ میری اسٹوڈنٹ رہ چکی ہے۔ ابھی بھی اسی کالج میں پڑھ رہی ہے' جہاں میں پڑھاتی ہوں' میں اس کی خوبیوں کی شدید مداح ہوں۔"

"جانتی ہوں۔" پری نے منہ بنایا "آپ اس کی مداح اور وہ آپ کو جانتے ہوئے بھی آپ کو نہیں پہچانتی۔ آپ اس کے لیے صرف ایک استاد ہیں۔ میڈم گیتی آرا جہانگیر۔" اس نے گیت کو اکسانے کی کوشش کی۔

"یہ ہی تو خوبی ہے اس لڑکی میں۔" گیت مسکرائیں۔ "اس کے خاندان نے ایک بات کا فیصلہ کرلیا کہ میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھا جائے گا تو وہ اس فیصلے کا پاس رکھتی ہے۔ ہینکی پھنکی کی قائل نہیں ہے۔"

"اور سلجوق؟" پری ان کو آسانی سے بخشنے والی

نہیں تھی۔" "اس کا مطلب' وہ انتہائی بے اصول لڑکا ہے جس کے لیے فیملی کے فیصلے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔"

"ویسے ہم اتنی دیر سے ان لوگوں کو کیوں ڈسکس کیے چلے جارہے ہیں۔ کیا ہمارے پاس کوئی اور بات نہیں کرنے کو۔" گیت نے اس کی بات کا جواب گول کرتے ہوئے کہا۔

"مان لیں گیت! سلجوق آپ کا ویک پوائنٹ ہے اور مان لیں کہ آپ میری بات ٹال گئی ہیں۔" پری نے یوں خوش ہوتے ہوئے کہا جیسے وہ گیت کے خلاف کوئی پوائنٹ اسکور کرنے میں کامیاب ہوگئی ہو۔

"مسئلہ یہ ہے کہ وہ پوری فیملی ہی جس کے ساتھ جہانگیر کی وجہ سے میرا تعلق جڑا تھا' میرا ویک پوائنٹ ہے۔" گیت نے اپنے اردگرد بکھری کتابیں سمیٹتے ہوئے جواب دیا۔ "اور مجھے ان میں سے کسی کو بھی ڈیفینڈ کرنا برا نہیں لگتا۔"

"کیونکہ آپ بھی فیملی ویلیوز کی قائل ہیں۔ ہے نا؟" پری کا لہجہ پہلے سے زیادہ تلخ ہوا۔

"ہاں اور یہ بھی میں نے جہانگیر اور ان کی فیملی سے ہی سیکھا ہے۔" گیت اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولیں۔ انہیں اب پری کے ایسے سوال پریشان نہیں کرتے تھے۔ پری کی زندگی میں اصلی خونی رشتوں کی شدید قلت تھی۔ اس نے خود کو آنکھ کھولتے ہی باپ اور اس کے خاندان سے محروم پایا تھا۔

کرنافلی پیپر ملز کے جنرل منیجر' چٹاگانگ کے رہائشی رضا الکریم سے گیت کی پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ اصفہانی پبلک کالج میں بارہویں جماعت کی طالبہ تھیں۔ کالج میں ہونے والے سالانہ اسپورٹس ویک اور کلچرل فنکشن کے ایک پروگرام میں رضا الکریم اپنی بھتیجی کی پرفارمنس دیکھنے آئے تھے اور بھتیجی کشور کی دوست گیتی آرا کو دل دے بیٹھے۔

گیتی آرا کم عمر اور معصوم تھیں۔۔۔ شکل و صورت واجبی' تعلق ایک مڈل کلاس گھرانے سے تھا۔ رضا الکریم پہلی نظر میں تاڑ گئے کہ گیتی آرا کے ماں باپ کو شیشے میں کیسے اتارا جاسکتا تھا۔

مالی طور پر مستحکم' سمجھ دار پڑھے لکھے رضا الکریم کا رشتہ گیتی آرا کے گھر میں آیا تو ان کے روپے پیسے کی تام جھام اور میٹھی زبان نے گیتی آرا کے والدین کو چوں بھی نہ کرنے دی تھی۔ گیتی آرا پڑھائی کی شوقین' ڈاکٹر بننے کی آرزو لیے کالج پہنچی تھیں' پڑھائی میں دل لگا کر محنت کر رہی تھیں تاکہ سرکاری وظیفے کے ساتھ میڈیکل کالج میں داخلہ مل جائے مگر رضا الکریم کے اسٹیٹس اور عہدے کی قینچی نے ان کے پر نکلنے سے پہلے ہی کتر ڈالے۔

جٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق فروری میں ہونے والے سالانہ اسپورٹس ویک کے دوران نظر میں آجانے والی گیتی آرا اپریل کی چار تاریخ کو دلہن بنی رضا الکریم کے گلشن میں واقع چار بیڈ رومز کے اپارٹمنٹ میں اتری اور اپنے تئیں جانا کہ اس کی تو دنیا ہی بدل گئی۔ بارہ پول جیسے نشیبی علاقے میں رہنے والی گیتی آرا جس کے ماں باپ کا گھر ہر سال برسات میں پانی سے بھر جاتا اور جسے اپنے بہن بھائیوں سمیت فوجی ریلیف کیمپ میں سال کے ایک دو مہینے گزارنے پڑتے تھے کے لیے رضا الکریم کا یہ اپارٹمنٹ بادشاہوں کے محل سے بھی کچھ زیادہ تھا۔ وہ جو خود سے دگنی عمر کے رضا الکریم سے شادی کے تصور سے ہی ہول کھانے لگی تھی۔ شادی کے بعد اپنی ماں کے اس فلسفے کی قائل ہونے لگی کہ مرد کی عمر نہیں اس کی دولت اور حیثیت دیکھنی چاہیے۔

اس وقت نہ گیتی آرا نہ ہی اس کی ماں کو اندازہ تھا کہ دولت اور حیثیت والے مرد ایسے دل پھینک ہوتے ہیں کہ ادھر ادھر دل پھینک پھانک خود اس سے قطعی محروم ہوچکے ہوتے ہیں۔ رضا الکریم کو بھی گیتی آرا بھاگئی تو اس نے پیسے کی جھلک دکھا کر اسے حاصل کرلیا۔ چند مہینے گیتی آرا کے نوخیز جذبات سے دل بہلانے کے بعد وہ واپس اپنے کام اور معمول کی دنیا میں گم ہونے لگے۔

کم حیثیت' کم رو گیتی آرا کا بھوت جتنی تیزی سے

ان پر چڑھا تھا' اتنی ہی تیزی سے اتر بھی گیا۔ اور گیتی آرا جو اس محل نما اپارٹمنٹ کی آسائشوں کی عادی ہونے لگی تھی اسے وہاں سے نکل جانے کا حکم سنا دیا گیا۔

وہ گہنے اور کپڑے جنہیں استعمال کرنے کا ابھی شوق بھی ٹھیک سے پورا نہ ہوا تھا۔ اس سے چھین لیے گئے۔ یوں گیتی آرا جو ماں باپ کے گھر سے خالی ہاتھ رخصت ہو کر رضا الکریم کے محل میں گئی تھی' وہاں سے واپس ماں باپ کے گھر پہنچی تو ہاتھ تو اب بھی خالی تھے لیکن کوکھ میں پری وش موجود تھی۔ اس کی اس حالت کا خیال کرتے ہوئے رضا الکریم کی طرف سے بچی کی پیدائش تک اسے خرچے کا چیک ملتا رہا جس روز بچی کی پیدائش ہوئی' اسی روز طلاق کا پہلا نوٹس موصول ہوا اور پھر اس کے بعد دو اور۔ گیتی آرا کی آنکھوں سے اس کے اپنے خواب نوچ کر نئے خواب سجائے گئے اور پھر انہیں بھی نوچ لیا گیا اور ایسا ہونے میں صرف دو برس کا عرصہ لگا۔

ایسے میں اصفہانی پبلک کالج میں بائیالوجی پڑھانے والی خالدہ آپا' گیتی آرا کی مدد کو بڑھیں اور ٹوٹی' ہاری' خوف زدہ گیتی آرا کو بہلا کر' محبت بھرے دلاسوں کے ساتھ واپس کالج لے گئیں۔ میڈیکل کے ساتھ انٹر کر کے ڈاکٹر بننے کا خواب تو کب کا ٹوٹ کر ہواؤں میں بکھر چکا تھا۔

خالدہ آپا نے گیتی آرا کو سوشل اسٹڈیز کی طرف لگا دیا۔ اور انہیں سیاسیات اور اقتصادیات کی کتابیں تھما دیں۔

خالدہ آپا کی انگلی پکڑ کر گیتی آرا نے دوبارہ سے جینے کے جتن شروع کیے تو چارپائی کے ساتھ بندھے ماں کی ساڑھی کے جھولے میں روتی بلکتی پری وش کو اس کی چھوٹی بہنوں قمر آرا اور انجم آرا نے جھلانا شروع کر دیا۔

ان دونوں کی مشقت سخت تھی اور کئی بار سے لفظ ریاضت کے معنی بھی سمجھ میں آنے لگے تھے مگر رضا الکریم کے محل میں جس مہذب سلجھی ہوئی' خوش حال دنیا کا نظارہ گیتی آرا کر آئی تھی ایک بار پھر اسی کی باسی بن جانے کے عزم نے دل سے سب خوف اور وہم نکال پھینکے تھے۔

مشقت بھرے اس سفر میں گیتی آرا کا عزم اسے قدم قدم آگے لے جاتا گیا۔ ہر کلاس کے امتحان میں کامیابی کے جھنڈے گاڑتی گیتی آرا نے گریجویشن کے امتحان میں نمایاں پوزیشن لینے کے بعد جب سرکاری وظیفے کے ساتھ چٹاگانگ یونیورسٹی کے سوشیالوجی ڈیپارٹمنٹ میں قدم رکھا' اس وقت تک اس کی شہرت ایک ذہین اور قابل طالبہ کی حیثیت سے پھیل چکی تھی۔

گیتی آرا کے فرسٹ کلاس میں ماسٹرز کرنے تک پری وش اسکول جانے کی عمر کو پہنچ چکی تھی اور خود گیتی آرا کو مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے لندن اسکول آف اکنامکس کے سمر اسکول میں داخلہ مل گیا یہ داخلہ ان کے یونیورسٹی اساتذہ کی ذاتی دلچسپی اور کوششوں کی وجہ سے ملا تھا۔

یوں رضا الکریم کی طرف سے دھتکارے جانے کے واقعے کے صرف سات سال بعد گیتی آرا' پری وش کی انگلی پکڑے ہیتھرو ایئرپورٹ پر آرہی تھیں۔ اس سے آگے کی کہانی سادہ تھی۔ گیتی آرا اور پری وش جہان اول کے اس ملک کی مستقل باسی بن گئیں۔

گیتی آرا کی تعلیم اس کے لیے بہتر حصول معاش کا ذریعہ بن گئی۔ پری وش نے اس احساس کو دل سے قبول کرتے ہوئے کہ اس کے سر پر باپ کا سایہ موجود تھا نہ کبھی ہوگا' زندگی میں آگے کا سفر شروع کیا۔ وہ اپنی ماں کی طرح صابر' باحوصلہ اور سمجھ دار لڑکی تھی۔

گیتی آرا خوش تھی کہ پری نے کسی مکالمے کے بغیر ان سے ہمیشہ تعاون کیا تھا۔ بغیر کسی ایک لفظ کی بحث کیے اس نے جان لیا تھا کہ زندگی اس سے کس رویے کی توقع کرتی تھی لیکن اس ان کہے' ان لکھے سمجھوتوں اور معاہدوں کے اندر اس کی اپنی ذات نے کہاں کہاں کیا کیا زخم کھائے تھے' گیتی آرا نے جانتے ہوئے بھی ان کا کبھی ذکر نہیں چھیڑا تھا۔

اور وہ دونوں اپنی اپنی زندگیاں اسی ڈگر پر گزارے چلی جاتیں اگر ایک خنک شام پکاڈلی کے ایک شاپنگ سینٹر میں گیتی اور پری کی ملاقات جہانگیر سے نہ ہو جاتی۔

ادھیڑ عمر جہانگیر پاکستان سے آئے تھے اور لندن میں اپنے ایک دوست کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ پہلی ملاقات' دوسری اور پھر تیسری ملاقات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور گیتی آرا کے دل میں سالوں بعد ان نوخیز خوابوں نے کروٹیں بدلنا شروع کر دیں جو برسوں پہلے رضا الکریم کے گھر میں اپنی نیند آپ سلا دیے گئے تھے۔

ایسا نہیں تھا کہ ان گزرے سالوں میں گیتی آرا کو کسی ساتھی کی کمی محسوس ہوئی تھی' ایسا بھی نہیں تھا کہ اس کے دل میں چاہے جانے کی خواہش سر اٹھاتی رہی تھی۔ ان کا سفر طویل اور دشوار رہا تھا' ایسے میں کسی لطیف خیال کا دل میں سر اٹھانا ناممکن تھا لیکن جہانگیر سے ملاقات نے ان کے دل کی دنیا کو نئے سرے سے جگانا شروع کر دیا تھا۔ گیتی آرا نے اس احساس سے چھٹکارے کی دانستہ کوششیں بھی بہتیری کیں لیکن اس کا اور جہانگیر کا ساتھ لکھا جا چکا تھا۔ دوسری طرف جہانگیر نجانے گیتی آرا پر کیوں اس طرح فریفتہ ہوئے تھے کہ انہیں اپنے جوان ہو چکے بچے' اپنے خاندان میں اپنا مقام' معاشرے میں اپنی حیثیت سب بھول گئی تھی' انہیں گیتی آرا جیسی عورت کا ساتھ درکار تھا۔ سو انہوں نے دست سوال دراز کرنے میں دیر نہ کی اور دل کے ہاتھوں مجبور گیتی آرا نے اس ہاتھ کو قبول کرنے میں ذرا بھی دیر نہ لگائی تھی' یوں جیسے ان دونوں کا ساتھ ازل سے لکھا جا چکا تھا۔ نکاح کے بعد جہانگیر' گیتی آرا کو اپنی بیوی کی حیثیت سے پاکستان لے آئے اور پری وش جہیز کے طور پر ان کے ساتھ ان کے گھر میں داخل ہوئی۔

"بیہ لڑکی!" گیت نے پری وش کے چہرے کی بیزاری کو محسوس کرتے ہوئے سوچا۔ "اس کا بھی کوئی قصور نہیں زندگی کے شاید ہی چند گنے ہوئے سالوں میں اسے اپنی حیثیت درجہ دوم کے شہریوں جیسی نہ محسوس ہوئی ہو۔"

چٹاگانگ میں نانا' نانی کے گھر' لندن میں بنگلہ دیشی تارک وطن کی حیثیت سے اور پھر جہانگیر کے گھر میں نیلوفر کے تسلط تلے' پری وش نے گیت کا ساتھ ہمیشہ نبھایا تھا' کسی شکوے' شکایت کے بغیر اور اب جبکہ وہ ایک مستند انٹیریر ڈیکوریٹر کی حیثیت سے اپنے پاؤں پر کھڑی ہو چکی تھی۔ ابھی بھی وہ گیت کی حیثیت اور ان کے احترام میں کبھی فرق نہیں لائی تھی۔

"پھر یہ چھوٹی موٹی تلخیاں' چند کڑوے جملے' کبھی کبھار کا اختلاف رائے۔ یہ تو اس کا بنیادی حق بنتا ہے۔" گیت نے خود کو تسلی دیتے ہوئے سوچا اور کتابیں اٹھائے کمرے سے باہر چلی گئیں۔

☼ ☼ ☼

"آپ کو شاید کبھی اندازہ نہ ہوا ہو کہ میرا کتنا دل چاہتا تھا۔ آپ اس طرح ہمارے گھر میں آکر رہیں۔" ان کی پوتی امائزہ ان کے قدموں کے قریب بچھے لکڑی کے فرش پر رکھے فلور کشن پر بیٹھی کہہ رہی تھی۔

"اور اسی ایک بات پر مجھے سلجوق سے حسد محسوس ہوتا تھا کہ دادا اس کے گھر ہی کیوں رہتے ہیں ہمیشہ۔" وہ ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر بولی اور پھر مسکرا کر ان کی طرف دیکھتے ہوئے سر ہلا کر بولی "آپ کو پتا ہے اب کے میں سلجوق سے ایک پوائنٹ اوپر ہو گئی ہوں' آپ کے یہاں قیام کی وجہ سے....."

جواب میں وہ اپنے گھٹنے پر رکھے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر مسکرائے تھے۔ سنا تھا یہ لڑکی بہت ذہین تھی اور اپنے اسکول' کالج میں مختلف شعبوں میں کامیابی کے جھنڈے گاڑتی آئی تھی۔ ان دنوں وہ کسی این جی او کے ساتھ کام کر رہی تھی اور دور افتادہ علاقوں میں جا کر خواتین کی صحت اور تعلیم کے متعلق معلوماتی ڈاکومینٹریز بناتی تھی۔ سنا تھا کہ اس کی ڈاکومینٹریز مختلف فلمی میلوں میں بھی بھیجی گئی تھیں۔

"مجھے بہت اچھا لگتا ہے' جب تم ہنستی ہو۔" انہوں نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"تمہاری ہنسی کی آواز میں زندگی کا احساس جاگتا ہے۔"

"ارے میں تو ہمیشہ سے ہی ایسی ہوں۔" جواب میں وہ ایک بار پھر ہنسنے لگی' زندہ دل خوش باش۔ "پتا ہے میں نے کبھی ٹینشن اور ڈپریشن کو اپنے قریب بھی پھٹکنے نہیں دیا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی اور انہوں نے دلچسپی سے اس کو دیکھا نیلی جینز پر سرخ پل اوور پہنے وہ حسین لگ رہی تھی۔ اس کے سنہری مائل بھورے بال جدید انداز میں تراشے گئے تھے۔ اور اس کے شانوں سے نیچے نصف کمر تک بکھرے تھے۔

وہ جدید دور کی جدید 'پراعتماد' باشعور' تعلیم یافتہ وقت کی دوڑ میں اس کے تقاضوں کے مطابق آگے بڑھتی لڑکی کا ایک مثالی نمونہ کہلائی جاسکتی تھی۔

امائزہ کے کمرے سے باہر چلے جانے کے بعد امائزہ سے عمر میں کچھ چھوٹی ایک اور لڑکی کا سراپا ان کی نظروں کے سامنے گھوما تھا۔ میلی پڑتی سفید شلوار قمیص کے یونیفارم پر مسلی ہوئی سیاہ شال اوڑھے وہ لڑکی جسے انہوں نے چند دن پہلے اس گھر کے گیٹ سے اندر داخل ہوتے دیکھا تھا۔ جس کے پیروں میں موجود سیاہ بند جوتے پالش کے بغیر رنگ اڑے اور کئی جگہ سے سلائی کیے گئے تھے۔ جس کی نظروں میں گھبراہٹ اور اعتماد کا فقدان تھا۔

وہ اس کا موازنہ امائزہ سے کرنے لگے۔ "غالباً" یہ ماحول' حیثیت' حالات اور تربیت ہی کا فرق ہے جو ٹینشن اور ڈپریشن کو ایک کے قریب بھی پھٹکنے نہیں دیتا اور دوسری کے ساتھ ہر دم رہا ہوگا۔"

"مگر میں کیوں اس موازنے میں اچانک سے الجھ سا گیا ہوں۔" کیوں ایک احساس جرم سا میرے دل میں چبھنے لگا ہے۔" ان کی جان چھڑا لینے کی کوشش کے باوجود چبھن کا یہ احساس ان کی سوچ کا سلسلہ دراز کرتا چلا گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

اس نے اپنی رپورٹ کی رف ڈرافٹنگ ختم کرتے ہوئے لیپ ٹاپ اسکرین سے نظریں ہٹائیں اور چونک گیا۔ اس کے قریب رکھے سیل فون کی سکرین روشن ہو رہی تھی۔ اس نے فون اٹھا کر دیکھا اور آنکھیں میچ لیں۔

"او میرے خدا' چوتھی مسلسل کال۔" وہ کام کرنے سے پہلے فون کو سائلنٹ موڈ پر لگا کر بیٹھا تھا۔ "کیا سوچتے ہوں گے دادا۔۔۔ میں دانستہ ان کی کالز نظرانداز کر رہا ہوں۔" اس نے تیزی سے دادا کا نمبر ملاتے ہوئے سوچا۔

"ہاں بھئی' کیا بات ہے' نیلوفر نے فون کال سننے پر بھی کرفیو لگا دیا کیا؟" دوسری طرف سے کال وصول کرتے ہوئے دادا نے پہلی بات ہی اسے چھیڑ دینے کی خاطر کہی۔

"رئیلی سوری دادا! پتا نہیں کیسے مس ہو گئیں آپ کی کالز۔" اس کے لہجے میں شرمندگی تھی۔ "آپ بتایئے کیسے یاد کیا؟"

"تمہاری صورت دیکھنے کے لیے' تمہیں بلانے سے زیادہ تم سے ایک ضروری کام آن پڑنے کی وجہ سے یاد کیا۔" اب کے وہ سنجیدہ ہوئے۔

"یہ بتاؤ۔ وہ جو تمہارا ایک دوست ہوا کرتا تھا مروان۔ ابھی بھی اس سے ملاقات ہے یا نہیں؟"

"اکثر ملتا رہتا ہے۔ مروان کیسے یاد آگیا آپ کو؟" اس نے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے پوچھا۔

"مروان سے زیادہ مجھے یہ یاد آیا کہ اس کی ایک خالہ ہوا کرتی تھیں مسز تہذیب کامران۔"

وہ کہہ رہے تھے اور ان کی بات سنتے ہوئے سلجوق کی آنکھوں کی پتلیاں سکڑ رہی تھیں۔ دادا معمول سے ہٹ کر گفتگو کم ہی کیا کرتے تھے۔ مگر اس روز ان کی باتیں غیر معمولی تھیں۔ کم از کم سلجوق کے لیے بالکل غیر متوقع' انوکھی اور چونکا دینے والی۔

☼ ☼ ☼

آہگمن نے اس ایک گھنٹے کے دوران دسویں مرتبہ لکڑی کے بینچ پر بیٹھے ان ملاقاتیوں کو دیکھا تھا جن کی

باری پہلے آنے والی تھی۔ اس کی اگلی نظر اپنے سامنے موجود دفتر کے دروازے پر نصب کھونٹی پر لٹکتی سیاہ تختی پر لکھے پرنسپل مسز تہذیب کامران سے ہوتی لکڑی کے بینچ سے ذرا فاصلے پر کولہوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑے لڑکے پر جا رکی۔ جس کی پشت اس کی جانب تھی۔ اور چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن اسے بخوبی اندازہ تھا کہ اس کے چہرے پر اس طویل انتظار کی بے زاری چھائی تھی جو اسے کسی مروت سے کرنا پڑ رہا تھا۔

اس کے دل میں ایک انجانا سا خوف اترنے لگا۔ اس کا کیا تھا کیا پتا وہ اس انتظار سے تنگ آکر واپس چلا جائے اور زندگی میں پہلی بار وہ اپنے ساتھ جو معجزہ ہوتے دیکھنے لگی تھی' وہ ہوئے بغیر ہی ٹل جائے۔ اس کا دل بیٹھنے لگا۔

''کیا مصیبت ہے یار...؟'' وہ تیز قدموں سے چلتا اس کی طرف آیا تھا ''جو ٹائم دیا ہے محترمہ نے' وہ کب کا ہو کر گزر بھی گیا اور پہلے سے بیٹھے وزیٹر ابھی منتظر ہیں۔ بہت ہی کوئی فارغ خاتون لگتی ہیں یہ پرنسپل صاحبہ!''

آبگینہ نے ہلکا سا پہلو بدل کر جیسے خود کو سکیڑ لیا۔ اسے لگا وہ پرنسپل پر نہیں خود آبگینہ پر جھنجلایا ہوا تھا۔

''اور تم... کیسی بے مروت اور بے لحاظ ہو' کب سے آیا کھڑا ہوں اور وہ بھی صرف تمہارے کام کے لیے' تم سے اتنا نہیں ہو سکا کہ کوئی جوس ووس تو ایک طرف سادہ پانی ہی پلا دو' حلق خشک ہو رہا ہے میرا۔''

ابھی تو سردی رخصت ہو رہی ہے وہ بھی آہستہ آہستہ' یہ کیسا حلق ہے' جو ابھی سے خشک ہونے لگا۔

آبگینہ کو براہ راست مخاطب کیے جانے پر گڑبڑا کر کھڑے ہوتے ہوئے خیال آیا تھا۔ وہ تیز قدموں سے چلتی اکیڈمک بلاک کی طرف بڑھ گئی۔ سلجوق اسی بے زاری اور جھنجلاہٹ کے احساس کے ساتھ اسے اکیڈمک بلاک میں بنے چھوٹے چھوٹے باغیچوں کی طرف بڑھتے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں کے سامنے وہ ہراساں سی ادھر ادھر پھر رہی تھی۔

''بہت ہی کنفیوزڈ لڑکی ہے۔'' اس نے بھنا کر سوچا ''کہیں سے پانی کا ایک گلاس ہی لا دے' اسے تو غالباً'' یہ بھی نہیں معلوم کہ کالج میں واٹر ڈسپنسر کہاں لگے ہیں۔ بہتر ہے واپس ہی آجائے' جو ابھی پرنسپل محترمہ نے بلا لیا تو مجھے اس کے پیچھے جانا پڑے گا۔''

اس کے اندازے کے برعکس وہ قریب سے گزرتی کسی لڑکی کو روک کے کھڑی تھی۔ وہ اس سے کیا بات کر رہی تھی۔ سلجوق کو اندازہ نہیں ہوا لیکن اس کے انداز میں لجاجت بھی جیسے اس دوسری لڑکی کی منت کر رہی ہو۔ دوسری لڑکی نے اس کی بات سن کر کندھے سے لٹکتے بیگ سے ایک کتاب نکال کر کھولتے ہوئے اس کی نظروں کے سامنے کی تھی۔ اور پھر وہ لڑکی آگے بڑھ گئی تھی۔ سلجوق نے دیکھا' اب آبگینہ کے قدم سامنے نظر آتی کینٹین کی طرف رواں تھے۔

''یہ لیں۔'' پانچ منٹ بعد وہ اس کے قریب کھڑی کسی سستے جوس کا چھوٹا سا ڈبہ اس کی طرف بڑھا رہی تھی۔ سلجوق نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ سیاہ شال کے ہالے میں چھپا اس کا چہرہ شال ہٹ جانے کی وجہ سے قدرے واضح نظر آ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ' ہچکچاہٹ اور شرمندگی کا تاثر صاف نظر آ رہا تھا۔

''اوہ!'' سلجوق کے دماغ میں جیسے اچانک کوئی بتی روشن ہوئی ''میں بھی کتنا احمق ہوں۔ اس بے چاری پر خفا ہو رہا تھا۔ اس کے پاس تو غالباً'' جوس خریدنے کے لیے بھی پیسے بھی نہ ہوں۔''

اسے خود پر غصہ آنے لگا۔ یقیناً'' وہ اس دوسری لڑکی سے جوس خریدنے کے لیے پیسے ادھار مانگ رہی تھی۔

''اب پکڑ بھی لے یہ۔'' آبگینہ نے سوچا اور ایک بار پھر جوس کے ڈبے والا ہاتھ آگے بڑھا کر گویا اپنی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہونے پر اصرار کیا۔

''تھینک یو۔'' وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا تھا اور پھر اس نے اس کے ہاتھ سے جوس کا ڈبہ لے کر اس میں اٹکے اسٹرا کو منہ سے لگا لیا تھا۔

٭ ٭ ٭

"چلو بھئی، تمہارا یہ مسئلہ تو حل ہوا۔" نور الدین اپنے سامنے بیٹھی آبگینہ سے کہہ رہے تھے "تمہارا داخلہ چلا گیا، اب تم اطمینان سے امتحان کی تیاری کرو۔" انہوں نے رک کر اس لڑکی کو دیکھا تھا جس کی نظروں میں حیرت جیسے مستقل آٹھہری تھی اور بے یقینی بھی۔

"یہ بتاؤ، کسی کتاب یا... اسے کیا کہا کرتے تھے؟" انہوں نے سلجوق کی طرف دیکھا جو خود بھی بے یقینی سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "ہاں ٹیسٹ پیپرز، یاد آ گیا۔ ان چیزوں کی ضرورت ہو تو بتاؤ، سلجوق لے آئے گا تمہارے لیے۔" وہ خاموش رہی تھی۔

"ہے ضرورت یا نہیں؟" انہوں نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بنت بنی آبگینہ کو دوبارہ مخاطب کیا۔

"نن... نہیں۔" اس نے محویت ٹوٹ جانے پر تیزی سے بے دھیانی میں سر ہلایا۔ اگلے لمحے اسے احساس ہوا تھا کہ اس نے غلط کیا تھا۔ اس کی تو اصلی کتابیں بھی پھٹی ہوئی اور بوسیدہ تھیں اور بازار میں جو تیار نوٹس اور مختصر اور طویل سوالوں کے جوابات پر مشتمل پرچے دستیاب تھے اگر وہ اسے مل جاتے تو تیاری بہت اچھی ہو سکتی تھی۔

"سوچ لو... ایک بار پھر یاد کر لو۔" نور الدین نے ایک بار پھر دہرایا۔

"وہ... وہ روزی ہے، جو چرچ کے قریب رہتی ہے۔ اس کے پاس جو نوٹس ہیں، وہ بہترین ہیں۔" یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے ہوئے وہ تیزی سے ایک ہی سانس میں بولی تھی۔

"کیوں بھئی سلجوق، ڈھونڈ لو گے روزی کا گھر جو چرچ کے قریب رہتی ہے؟" انہوں نے نظر اٹھا کر سلجوق کی طرف دیکھا۔ وہ دادا کے اس عجیب و غریب اور انوکھے اچانک عود کر آنے والے التفات کو دیکھ کر جھنجلا رہا تھا۔

"پنڈی میں تو نجانے کتنے چرچ ہیں دادا۔" سلجوق نے نور الدین کی طرف دیکھا۔ "آپ کیا اس بار وہاں سے تہیہ کر کے آئے تھے کہ سارے امپاسیبل ٹاسک میرے سامنے رکھ دیں گے؟"

"کہاں امپاسبل ہیں؟" وہ ذرا سا بھی اثر نہ لیتے ہوئے بولے تھے۔ "وہ جو مسز تھیں تہذیب الاخلاق، ان کے والا کام ہو گیا یا نہیں۔"

"کبھی بھی نہ ہوتا اگر وہ مروان کی خالہ نہ ہوتیں، ڈبل لیٹ فیس پر گیا ہے ایڈمیشن۔ جانتے ہیں آپ۔" وہ منہ بنا کر بولا۔

"اچھا تو تمہارے دوہرے پیسے لگ گئے، کوئی بات نہیں، لے لینا مجھ سے، میں ذرا کرنسی ایکسچینج کروالوں۔" وہ بے نیازی سے بولے تھے۔

"پیسوں کی بات نہیں، بات ان منتوں کی ہے جو ان محترمہ کے سامنے کرنا پڑیں۔ کوئی قصور نہ ہوتے ہوئے بھی معذرت خواہانہ لہجہ بھی اختیار کرنا پڑا۔" وہ سخت جھنجلایا ہوا تھا۔

"اچھا بھئی، ابھی تو ایسا ہے کہ تم چلو، جا کر پڑھائی شروع کرو اور یاد کر کے بتانا، وہ جو روزی ہے۔ وہ دراصل کس چرچ کے قریب رہتی ہے۔" نور الدین نے سلجوق کو جواب دینے کے بجائے آبگینہ کو مخاطب کیا۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"اور ہاں سنو، سیڑھیاں اتر کر ساتھ والے کوریڈور سے ہوتی ہوئی پچھلے دروازے سے باہر نکل جانا، مین ڈور استعمال کرنے کی ضرورت نہیں۔" وہ اسے ہدایات دیتے ہوئے بولے۔ وہ سر ہلاتی کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس کے چلے جانے کے بعد انہوں نے سلجوق کی طرف دیکھا جو حسب توقع ان کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"اب کیا ہے؟" وہ اس کے متوقع سوالوں کے لیے خود کو تیار کرتے ہوئے بولے۔

"وجہ کیا ہے آخر اس اچانک عود کر آنے والے التفات کی؟" وہ ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ "آپ نے تو سنا تھا اسے زندہ دفن کرنے کا حکم سنایا تھا کبھی۔"

"مبالغے کی بھی حد ہوتی ہے۔" وہ سلجوق کے

سوالوں سے جان چھڑانا چاہتے تھے مگر جانتے تھے کہ جان آسانی سے چھوٹنے والی نہیں۔

اسی لیے مصلحت بھرے انداز میں بولے ''تم جانتے تو ہو اس سے پہلے میں یوں کبھی عالم گیر کے گھر ٹھہرا نہیں۔'' انہوں نے ایک مبہم سی دلیل دی۔

''اسی ڈر سے۔۔ ہے نا؟'' سلجوق ان کا وہ پوتا تھا جس کے ساتھ بات کرتے ہوئے انہیں بات کی تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

''شاید!'' انہوں نے سر ہلایا ''لیکن یار! وقت بھی تو بہت گزر چکا ہے عمر اور سمجھ کے زاویے بدل گئے ہیں اور تقاضے بھی۔''

''ہوں!'' وہ ان کی بات پر غور کرتے ہوئے بولا ''لیکن یہ آپ سے ٹکرا کہاں گئی میں نے تو سنا تھا اسے سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ آپ سے اس کا سامنا نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ محترمہ ضدی اور منہ زور ہیں کافی' ضرور دانستہ آپ کے سامنے آگئی ہوں گی۔''

''سنی سنائی پر یقین مت کیا کرو۔'' انہوں نے سر جھٹکا ''تم نے آج سارا دن اس کو آبزرو نہیں کیا' ضدی اور منہ زور لوگ ایسے ہوتے ہیں کیا؟''

''مجھے معلوم نہیں تھا کہ اسے آبزرو بھی کرنا تھا' میں تو دل میں تہذیب الاخلاق سے بات کرنے کی تمہید ہی باندھتا رہا۔'' وہ جل کر بولا۔

''کوئی بہت بڑا کارنامہ نہیں سرانجام دیا تم نے۔'' ان کا لہجہ سخت ہوا۔ ''ایک مایوس' دکھی اور دل برداشتہ لڑکی کے ساتھ یہ چھوٹی سی نیکی کرنا بھی بھاری ہو رہا ہے تمہیں۔''

''ہرگز نہیں۔'' اس نے تیزی سے جواب دیا۔ ''میری حیرت اور جھنجلاہٹ صرف آپ کی کایا پلٹ تک محدود ہے۔''

''بس یار!'' اب کے وہ نرم پڑے ''ایک روز اتفاق سے اس پر نظر پڑ گئی۔ پہلے کچھ دیر میں نے سوچا' اچھا ہوتا وہ نظر نہ پڑتی لیکن اب سوچتا ہوں' بہتر ہو گیا۔''

''اچھا تو پھر آگے کیا ہوا؟'' وہ بے صبری سے بولا۔

''پھر یہ ہوا کہ اس کے حلیے' لباس اور حالات' دیکھ کر چوکیدار سے کنفرم کر لینے کے باوجود کہ یہ کون تھی۔ مجھے یقین نہیں آیا یہ مہرالنساء کی بیٹی تھی۔ اس کے بعد عالمگیر پر رنج ہوا پھر غصہ آیا کیوں وہ اسے یہاں لا کر ایسے پال رہا ہے جیسے مجرم عورتوں کے بچے جیلوں میں پلتے ہیں۔ اسے اگر ایسا ہی کرنا تھا تو اپنے ساتھ ہی نہ لاتا' وہیں چھوڑ آتا۔۔۔ پھر اس کا جو بھی ہوتا۔ اس کا ذمہ وار عالم گیر تو نہ ہوتا۔'' سلجوق کو لگا۔ دادا کی آواز کپکپانے لگی تھی۔

''اور وہ جو زندہ دفن کر آنے کا حکم۔۔۔'' اس نے ایک بار پھر دہرانا چاہا۔

''مبالغہ اور جھوٹ ہے' بہتان ہے۔'' وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بلند آواز میں بولے تھے۔

''میں نے صرف اتنا کہا تھا' بچی کو وہیں اس کے حال پر چھوڑ آیا جائے' میرا خیال تھا کہ وہ جو کوئی بھی اس کا باپ تھا' ضرور اس کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آئے گا' اولاد تھی یہ آخر اس کی۔''

''اور آپ نے ایسا اس لیے کہا کہ آپ کو اپنی بیٹی پر غصہ تھا' آپ ان سے ناراض تھے' قیامت تک ان کا منہ نہ دیکھنے کا عہد کر کے بیٹھے تھے وغیرہ وغیرہ۔۔۔ اور یہ کہ آپ کی یہ ناراضی ان کی موت کی خبر سن کر بھی ختم نہیں ہوئی۔''

سلجوق نے انہیں ایک بار پھر کٹہرے میں لانے کی کوشش کی' جواب میں وہ نظر چرا کر دوسری سمت دیکھنے لگے تھے۔

''پھر تو نیلوفر کا چرچا بلاوجہ ہی ہے۔'' سلجوق نے ان کی خاموشی دیکھتے ہوئے شانے اچکائے ''سنا ہے ان کی گھٹی میں شہد آپ نے ہی چٹایا تھا۔''

''اور وہ تمہارا مرحوم باپ اور یہ حاتم طائی کی اولاد عالمگیر' ان کے متعلق کیا خیال ہے۔ انہوں نے جھینپ مٹانے کی خاطر کہا ''تمہارا باپ تو خیر بہت ہی سعادت مند نکلا۔ میرے کہے پر عمل کرتے ہوئے اس لڑکی کو وہیں چھوڑ آیا اور حاتم طائی عالمگیر جو اسے ساتھ اٹھا لایا۔ نیک دلی کی شہرت بھی کمائی اور ابا جان' کے ڈر

کا پردہ تانتے ہوئے اس معصوم کو نوکروں کے کوارٹر میں بھی بٹھادیا۔"

"کیا کیا جائے' اس فیملی کی تاریخ ہی غیر معمولی ہے آپ کسی سے بھی کچھ بھی توقع کرسکتے ہیں۔" سلجوق نے سر جھٹکا اور پھر ان کی طرف دیکھنے لگا "اچھا تو پھر اب کیا ارادہ ہے' آفیشل اناؤنسمنٹ کب کررہے ہیں نواسی کو گود لینے کی۔"

"ایسا نہیں ہونے جارہا۔" وہ نپی تلی آواز میں بولے۔

"میں جانتا ہوں تم سمیت ہم سب کے جو رویے اس کے لیے پروان چڑھ چکے ہیں' ان کو دیکھتے ہوئے ایسا کوئی بھی اعلان اس کے لیے مشکل کھڑی کردے گا' ویسے بھی میں نے کون سا مستقل ادھر رہنا ہے' میں اسے روشنی میں لے آؤں اور پھر تنہا چھوڑ کر واپس چلا جاؤں' یہ پہلے سے بھی زیادہ بڑی زیادتی ہوگی۔"

"اچھا تو پھر پالیسی کیا ہوگی آپ کی' ذرا کھل کر بیان کریں۔"

"کچھ نہیں یار! میں تو بس اتنا چاہ رہا تھا کہ یہ امتحان وغیرہ دے لے۔ اچھے نمبر لے کر پاس ہوگئی تو اسے کہیں چھوٹی موٹی جاب دلوادیں گے' اپنا گزارہ کرنے کے قابل تو ہو ہی جائے گی نا!" انہوں نے مختصر لفظوں میں اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا۔

☼ ☼ ☼

اس نے اپنے سامنے رکھی کتابوں پر نظر ڈالی' کتابیں جو اس کی کشتی کسی ایسے کنارے پر لگانے والی تھیں جس پر اتر کر اسے اپنا وجود اپنے ہی قدموں پر کھڑا محسوس ہوسکتا تھا۔

"اور بی بی جان کہتی تھیں کہ انسان جب اپنی قسمت سے بالکل ہی مایوس ہوجاتا ہے تو اللہ اچانک سے اس کے سامنے روشنی کی کرنیں بکھیر دیتا ہے روشنی کی وہ کرنیں دراصل' دعاؤں کی قبولیت کی خبر دیتی ہیں۔" اس نے سوچا "اور چند دن پہلے میں سوچ رہی تھی کہ میری دعاؤں اور اللہ کے درمیان بھی شاید حیثیت کا فرق قدم جمائے کھڑا ہے۔ جب ہی تو مانگ مانگ کر تھک جاتی ہوں پھر بھی میری دعائیں قبول نہیں ہوتیں اور میرے سامنے ہی کئی ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں بنا مانگے ہی سب کچھ مل رہا ہوتا ہے۔" اس نے اداسی سے مسکراتے ہوئے سوچا۔

"میں اس روز کتنا ڈر گئی تھی جب انہوں نے مجھے گیٹ سے اندر داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔ خود کو کتنا جھٹلاتی رہی تھی کہ نہیں ان کی نظر مجھ پر نہیں پڑی اور وہ مجھے دیکھ کر چونکے بھی نہیں تھے لیکن سچ تو یہ ہی تھا کہ وہ مجھ پر نظر پڑتے ہی جان گئے تھے کہ میں کون تھی ہائے۔" اسے جھرجھری سی آگئی۔

"بھلا اگر مجھے دیکھ کر ان کا رد عمل وہی ہوتا جو چھوٹے ماموں بتاتے تھے تو کیا ہوتا۔ سر سے اس چھت کا آسرا بھی جاتا رہتا شاید۔" اس نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا "مگر معجزے بھی ہوجایا کرتے ہیں اور اسی دنیا میں ہوتے ہیں۔ وہ انسان جس کے تصور سے ہی مجھے ہمیشہ ڈرایا جاتا تھا جب انہوں نے مجھے اپنے پاس بلایا تو ان کا رویہ کیسا دوستانہ تھا۔" اس کے ذہن میں وہ دن آیا تھا۔

"اچھا تو تم ہو مہرالنساء کی بیٹی!" انہوں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا تھا "بھئی' معاف کرنا میں تمہاری ماں کی سرکشی پر اس سے سخت ناراض تھا اور اس ناراضی کی زد میں تم بھی آگئیں' سب نے تمہیں ٹھیک ہی بتایا ہوگا۔ میں تمہاری شکل تک دیکھنے کا روادار نہیں تھا لیکن اس روز جب تم پر نظر پڑی تو میرے دل میں سوال اٹھا کہ تم سے بھلا میں کیوں ناراض تھا' جو بھی تمہاری ماں نے کیا' اس میں تمہارا قصور صرف اتنا ہے کہ تم اس شخص کی بھی بیٹی ہو جس نے مہرالنساء کو ورغلایا تھا۔" وہ کہہ رہے تھے اور وہ ششدر کھڑی سن رہی تھی۔

"غلط سوچتا تھا' میں نے غلط کیا۔ لیکن میری اس غلطی نے اب تک سارے سلسلے ہی اتنے غلط کردیے ہیں کہ ان کو صحیح کرنا شاید اب کسی کے بس کی بات نہیں۔" یہ بات انہوں نے دھیمی آواز میں شاید خود سے کہی تھی۔

"آؤ ادھر بیٹھو میرے پاس۔" پھر انہوں نے صوفے پر اس کے لیے جگہ بنائی اور اس سے بہت کچھ پوچھ ڈالا۔
کتنی حیرت کی بات ہے کہ انہیں سب سناتے ہوئے اسے ڈر لگا نہ ہی وہ ذرا سا بھی جھجکی اور وہ کتنے غور سے محویت سے اس کی سب باتیں سنتے رہے اور سب سننے کے بعد بولے تو بس اتنا۔ "عالم گیر نے کچھ بھی ٹھیک نہیں کیا۔ دیکھو بھلا تمہارا داخلہ جانے کا وقت تھا اور وہ تمہیں کچھ خرچا دیے بغیر ملک سے باہر چلا گیا۔ اب بتاؤ تو تمہارے داخلے کا کیا کیا جائے۔"
ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ہمیشہ سے انہیں اپنے مسئلے سناتی چلی آرہی تھی اور وہ یوں ہی انہیں چٹکی بجاتے میں حل کر دیا کرتے تھے۔
"خیر اس میں تو کوئی شک نہیں کہ انہوں نے اس کے اتنے بڑے مسئلے کو حل بھی کروا دیا۔ بس اچھا ہوتا اگر یہ مسئلہ حل کرنے کے لیے انہیں اس خود پرست، مغرور، آدم بیزار سلجوق کی مدد نہ لینی پڑتی۔ آدم بیزار تو کیا اس کی تو جانوروں سے بھی کیمسٹری نہیں ملتی۔ جب بھی ادھر آتا ہے، سب سے پہلے یہاں کے پالتو کتے بلتے بند ہوا دیتا ہے۔ اور منہ پھٹ اتنا ہے کہ اسے بدلحاظ اور بے مروت کہہ رہا تھا۔ اس کو اتنی تمیز نہیں کہ یہ تو سوچ لیتا جس کا سیریلیٹ فیس کے ساتھ داخلہ کروانے کی سفارش کرنے اس لیے آیا تھا کہ وقت پر ریگولر فیس کے ساتھ داخلہ کروانے کے لیے اس کے پاس پیسے نہیں تھے، وہ کس خزانے کے بل پر پانی یا جوس کا پوچھتی۔ فضول میں اس کی وجہ سے کلاس کی اس لڑکی کا مقروض ہونا پڑا جس کے نخروں کی وجہ سے میں نے کبھی اس سے بات بھی نہیں کی تھی۔ اس نے سر جھٹکا۔
"اب بھلا میں پچیس روپے کا یہ قرضہ کیسے اتاروں گی۔" اس کا دل جمع تفریق میں اٹک گیا۔

☼ ☼ ☼

"انہوں نے ایک بار کے علاوہ مجھ سے یہ تک نہیں کہا کہ نیلوفر! میں عالم گیر کے ہاں ٹھہر گیا ہوں۔ مجھ سے آکر مل جاؤ اور تم ہو کہ روزانہ ان کے در پر انہیں سلامی دینے پہنچ جاتے ہو۔" اس روز نیلوفر کے ہاتھوں سلجوق کی بڑے دنوں بعد شامت آئی تھی۔
"اللہ جانے کیوں میرے دونوں ہی بھائیوں کو اپنی عزت نفس کا کبھی خیال نہیں رہا۔" اس کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ آگے بولنے لگی تھیں۔
"دادا کہتے ہیں کہ میں تو بہزاد اور ہمایوں کے ساتھ رہتا ہوں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خود بہزاد ہمایوں کے ساتھ رہتا ہے۔ ہمایوں کے اپارٹمنٹ میں اور دادا بھی بہزاد کے ساتھ ہمایوں کے ہاں ٹھہرتے ہیں، بہزاد کو غیرت نہیں آئی خود تو ٹھہرا ہوا ہے، دادا کو احساس نہیں ہوتا کہ وہ کسی کے سر پر بوجھ بن کر لد گئے ہیں۔" نیلوفر کی زبان کسی نئی ہی سان پر تیز ہوئی معلوم ہوتی تھی۔
"جبکہ ادھر پاپا کا اچھا خاصا چلتا بزنس میں تنہا سنبھالتی ہلکان ہوئی رہتی ہوں، یہ سب دادا پوتے وہاں کینیڈا والوں کی غلامی کرنے میں خوش ہیں۔"
"آپ تنہا نہیں نیلوفر! میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔" سلجوق نے تصحیح کرنا چاہی "آئی مین بزنس سنبھالنے میں۔" نیلوفر کے گھورنے پر اسے اپنی تصحیح کی وضاحت کرنا پڑی تھی۔
"تم ہی میرے ساتھ ہوتے تو باقی سب کا رویہ بھی میرے ساتھ ایسا نہ ہوتا۔ لیکن تم سب سے بڑھ کر کھوٹے ہو۔ میرے سامنے میرے ساتھ، باقی سب کے سامنے ان کے ساتھ۔" نیلوفر نے اس کے دعوے کی دھجیاں بکھیریں۔
"آپ کیوں سب پر شک کرتی ہیں نیلوفر؟" سلجوق کی آواز میں دکھ ابھرا۔
"تم مجھے اپنی ہی جیسی احمق گدھوں سمجھتے ہو۔" وہ پہلے سے بھی زیادہ بھڑک گئیں "مت بھولو کہ تم میرے ہی ہاتھوں پل کر اس قد تک پہنچے ہو۔ میں نے تمہارے ہاتھوں پرورش نہیں پائی۔"
وہ خاموش ہو گیا، جانتا تھا کہ یہ نیلوفر کا وہ موڈ تھا جس کے سامنے کوئی دلیل، کوئی وضاحت چلنے والی

نہیں تھی۔ ویسے تو وہ کبھی بھی اپنے مخاطب کی نہیں سنتی تھیں لیکن ایسے خطرناک تیور کے سامنے تو جو بھی آتا جل کر بھسم ہو جاتا۔ سو وہ سر جھکائے سنتا رہا۔

لاؤنج سے اٹھ کر وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر اپنے کمرے میں جانے کے بجائے لاؤنج اور ڈائننگ روم سے منسلک طویل راہداری کی طرف چلا گیا۔ یہ راہداری کیا تھی ایک قسم کا نگار خانہ تھا جس میں خاندان کی اگلی پچھلی نسل کے ان افراد کی تصویریں دلکش فوٹو فریمز میں سجی دیواروں کی شان بڑھا رہی تھیں۔ وہ آہستہ قدموں سے چلتا اس مرکزی دیوار کی طرف چلا گیا جس پر اس کے پردادا' دادا' دادی' بابا اور امی کی تصویریں سجی تھیں یہ سب تصویریں بلیک اینڈ وائٹ تھیں۔ وہ سب دنیا میں اپنا وقت پورا کرنے کے بعد ابدی سفر پر جا چکے تھے' اس نے اپنی ماں کی تصویر کے شیشے پر ہاتھ پھیرا۔ ان کا انتقال پینتیس برس کی عمر میں ہوا تھا۔ اور فریم میں جڑی تصویر ان کی زندگی کی آخری تصویر تھی۔ اس تصویر میں وہ اپنی عمر سے بھی کم نظر آ رہی تھیں' ان کے چہرے پر معصومیت تھی اور نرمی بھی۔

"میری ماں کے سب شوق' ارمان دل ہی میں رہ گئے' یہ گھر کیسے شوق سے بنوایا تھا انہوں نے' رہنا نصیب نہیں ہوا' چھ ماہ یہاں رہیں اور پھر ختم ہو گئیں تو پھر میں کیسے اس گھر میں کسی دوسری عورت کو وہی حیثیت دے سکتی ہوں جو میری ماں کی تھی۔"

گھر کے در و دیوار میں ایک ہی آواز کی گونج سنائی دیتی تھی اور وہ آواز نیلوفر کی تھی۔

اس نے بابا اور امی کی تصویر کے نیچے دیوار کی اس سطح پر ہاتھ پھیرا جو اس پوری ترتیب میں ایسے لگ رہی تھی جیسے چیزوں کے درمیان کوئی جگہ خالی رہ گئی ہو۔

"یقیناً" یہاں بابا گیت کی تصویر لگانے والے تھے' لیکن پھر نیلوفر کا خوف ان پر حاوی ہو گیا ہو گا۔" اس کا دل بابا کے لیے دکھ سے بھر گیا۔

"کتنے بے بس اور مجبور نظر آتے تھے وہ ان دنوں' جب گھر میں نیلوفر کی گیت سے ذاتی پرخاش سامنے آنے لگی تھی' نہ وہ نیلوفر کو کچھ کہہ پاتے تھے نہ ہی گیت کا سامنا کر پاتے تھے۔ بابا نے کچھ ایسا بھی نہیں کیا تھا جس کی نیلوفر نے انہیں اتنی سخت سزا دے ڈالی۔"

اس نے نظر اٹھا کر بابا کی تصویر سے ذرا اوپر لگی دادا کی تصویر پر نظر ڈالی۔ سرخ سفید رنگت' سفید مونچھیں جو بلیک اینڈ وائٹ تصویر میں اور بھی زیادہ سفید نظر آ رہی تھیں' یہ تصویر ان کا سائیڈ پوز کور کر رہی تھی لیکن ان کی نظر آتی ایک آنکھ میں اسے تفاخر کا وہی تاثر نظر آیا تھا جو آج نیلوفر کی نظروں میں آ رہا تھا۔

"اور ایسا کیوں نہ ہو۔" اس نے سوچا "دادا نے بھی تو اپنی بیٹی کو جرم محبت کی اتنی ہی کڑی اور لمبی سزا دے ڈالی تھی جس سے انہیں مر کر ہی رہائی ملی تھی جیسے بابا کی سزا ان کی موت پر ہی ختم ہوئی تھی۔"

وہ جھرجھری سی لیتا ان تصویروں سے دور ہٹ گیا۔ دادا کی بیٹی مہرالنساء جنہیں اس نے تصویروں میں بھی نہیں دیکھا تھا اسے ان کی وہ بیٹی اسے اچانک یاد آ گئی تھی۔

"پرنسپل کے پاس تمہارا پچھلا پورا ریکارڈ موجود تھا یار! تم تو خاصی ویک اسٹوڈنٹ رہی ہو۔ کیوں ہو تم اتنی نالائق؟" اسے یاد آیا اس نے اس روز کالج سے واپسی پر کیسی بے رحمی سے اس سے پوچھا تھا اور جواب میں وہ اپنی سیٹ پر یوں سمٹی تھی جیسے اپنے برے تعلیمی ریکارڈ پر سخت شرمندہ ہو۔

"میرا ذہن ذرا کمزور ہے نا اس لیے۔" وہ جھجکتے ہوئے بولی تھی۔

"اچھا!" وہ بے اختیار مسکرا دیا تھا "لگتا ہے' خاصی خود آگاہ ہو تم۔"

اس کی اس بات کا وہ جواب دے نہیں پائی تھی سلجوق نے ایک اور سوال کر ڈالا تھا۔

"سمجھ میں نہیں آتا' چھوٹے چچا نے تمہیں کسی اچھے پرائیویٹ اسکول میں ڈالنے کے بجائے سرکاری

اسکول میں کیوں داخل کروایا اور اس کے بعد اب اس گورنمنٹ کالج میں۔ جو دماغ پہلے ہی کمزور ہو اسے ایسے اداروں نے کیا خاک تیز کرنا تھا۔"

"وہ مجھے ایک بڑے اچھے اسکول میں داخل کروانے لے کر گئے تھے۔" اس بار اس نے جواب دیتے ہوئے کہا تھا "میں وہاں کا داخلہ ٹیسٹ پاس نہیں کر سکی تھی، میری بنیاد کمزور تھی نا اس لیے۔" اس نے سادگی سے اعتراف کیا تھا "اور پھر میٹرک میں میرے نمبر ذرا بھی اچھے نہیں تھے، تو میرا تو یہاں بھی داخلہ مشکل سے ہوا تھا۔"

سلجوق نے دل ہی دل میں اس حوصلے کی داد دی جو اس سے اتنے آسانی سے اعترافات کروا رہا تھا۔

"اگر اتنا ہی تمہارا دماغ کمزور تھا تو بہتر نہیں تھا کہ ایسے کالج میں جھک مارنے کے بجائے کوئی ہنر وغیرہ سیکھ لیتیں، یہاں کئی ووکیشنل ٹریننگ سینٹر موجود ہیں، وہاں کیوں نہیں چلی گئیں۔" وہ اس کا تمسخر اڑانا نہیں چاہتا تھا لیکن نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے لہجے میں استہزا جھلک رہا تھا۔

"میرا دماغ اتنا کمزور نہیں ہے جتنا میرے سرٹیفکیٹس میں نظر آتا ہے۔" اب کے وہ ذرا صاف آواز میں بولی تھی "بس میرے پاس لاجسٹکس (وسائل) کی کمی ہے، ورنہ میڈلز اور ایوارڈز میرے بھی قدموں میں گرے ہوتے۔"

"اوووہ!" سلجوق کو لگا اسٹیرنگ اس کے ہاتھوں سے پھسلنے ہی کو تھا، اس نے تیزی سے اپنے ہاتھوں کی گرفت اسٹیرنگ پر مضبوط کی "لاجسٹکس... واؤ پھر تو تم نے زندگی سے خاصا کمپرومائز کر رکھا ہے۔"

"کرنا پڑتا ہے، کسی بھی چیز پر اختیار کی عدم موجودگی سمجھوتے ہی کرنا تو سکھا دیتی ہے انسان کو۔" وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ اس کے اس فلسفیانہ انداز پر سلجوق مزید حیران ہوا تھا۔

"اچھا تو کس قسم کے لاجسٹکس درکار ہیں تمہیں اپنا اکیڈمک ریکارڈ امپروو کرنے کے لیے۔" اس نے تحسین آمیز نظروں سے اس لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا جسے دادا کے کہنے پر اسے گھر واپس چھوڑنے جانا پڑ رہا تھا اور جس کی اپنی گاڑی میں موجودگی کچھ دیر پہلے اسے سخت بیزار کر رہی تھی، لیکن اس کی گفتگو نے اب اسے اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

"لاجسٹکس۔" اس نے گردن موڑ کر سلجوق کی طرف یوں دیکھا جیسے اس کے سوال کی تصدیق کر رہی ہو۔

"ہاں۔" سلجوق نے سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"پتا نہیں وہ ہوتا کیا ہے؟" اس نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا مطلب، تمہیں پتا ہی نہیں کہ تمہیں جو چاہیے وہ کیا چیز ہے۔" ایک بار پھر اس نے سلجوق کو حیران کر دیا تھا۔

"ہاں نہیں پتا۔" وہ اطمینان سے بولی تھی "یہ تو ایک بار بڑی خالہ کی بیٹی ککی نے کہا تھا مجھ سے کہ اگر میرے پاس لاجسٹکس کی کمی نہ ہوتی تو میں امائزہ سے زیادہ قابل اور ہونہار لڑکی ہوتی۔"

"امائزہ سے!" سلجوق کا انداز ایک بار پھر تمسخر اڑانے کا سا ہوا۔

"ہاں!" وہ پورے اعتماد کے ساتھ بولی "امائزہ آپ کی بڑی پکی سہیلی ہے نا، اس لیے ہی آپ کو میری بات کا یقین نہیں آیا۔ ہے نا۔"

"پکی سہیلی۔" سلجوق نے سرکاری اسکولوں والے خالص نسوانی لفظ کو حلق سے اتارا۔ "تمہیں یہ بھی پتا ہے کہ امائزہ اور میں دوست ہیں۔"

"صرف دوست نہیں، قریب ترین، بہترین دوست۔" وہ یوں مسکرائی جیسے کہہ رہی ہو اور پوچھو، کیا پوچھنا ہے۔

"تمہیں کیسے پتا ہے، جبکہ میں نے تو تمہیں وہاں مطلب چچا کے گھر میں شاید ایک آدھ بار ہی دیکھا ہو گا۔" وہ واقعی حیران تھا۔

"جو کہیں نظر نہیں آتا، دراصل وہی تو ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔" وہ پرسکون انداز میں بولی تھی۔

"واہ... تم تو خدائی صفات کا دعوا کر رہی ہو۔" سلجوق کو اس کے اعتماد پر حیرت ہو رہی تھی۔

"میں اپنی نہیں... اللہ تعالیٰ کی ہی بات کر رہی ہوں۔ وہ نظر نہیں آتا، لیکن ہر جگہ موجود ہوتا ہے اور اس کا وہ بندہ جس کا کوئی نہیں ہوتا، وہ خود اس کا بن جاتا ہے اور اپنے ایسے بندے کی نظر اور کان وہ باقیوں کی نسبت زیادہ تیز کر دیتا ہے۔ جب ہی تو مجھے پتا ہے کہ آپ اور امائزہ بہترین اور قریب ترین دوست ہیں۔"

چچا کے گیٹ پر گاڑی رکنے پر اس نے کہا تھا اور دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر نکل گئی تھی۔

"کیا بکواس ہے یار!" وہ خلا میں کچھ دیر گھورتے رہنے کے بعد چونکتے ہوئے بلند آواز میں بولا تھا "کیوں اس روز سے وہ لڑکی بار بار میرے ذہن میں آنے لگی ہے۔ اس کی آواز اور اس کا چہرہ کیوں بار بار مجھے یاد آنے لگا ہے، بلکہ یاد رہنے لگا ہے۔" اس نے سر جھٹکا اور نگار خانے سے باہر نکل آیا۔

اور اس کا وہ بندہ جس کا کوئی نہیں ہوتا... "نگار خانے سے باہر نکلتے ہوئے بھی اس کے ذہن میں الفاظ بار بار گونج رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

کالج میں امتحان کے لیے رول نمبر سلپ اور امتحانی مرکز کے بارے میں تفصیلی معلومات ملنے کا دن تھا۔ اتنے دن سے گھر بیٹھ کر امتحان کی تیاری میں گزار دینے کے بعد آبگینہ کو گھر سے کالج تک کا فاصلہ طویل لگ رہا تھا۔ خصوصاً "وہ موڑ طے کرنا جہاں حسب معمول وہ آوارہ اور شوخ لڑکے کھڑے تھے۔ نگاہیں فٹ پاتھ پر جماتے وہ تیزی سے موڑ طے کرنا چاہ رہی تھی جب ان میں سے کسی نے اتنے دن بعد اسے وہاں دیکھ کر لوفرانہ انداز میں اسے مخاطب کیا تھا۔

"ہیلو ڈارلنگ... آنکھیں ترسا دیں تم نے تو۔"

وہ کان لپیٹ کر گزر جانا چاہتی تھی کہ ان میں سے کسی ایک کے ہاتھ میں موجود رنگ دار پانی سے بھری بوتل کا پانی اس پر اچھل کر اس کے یونیفارم پر گل بوٹے بناتا آگے سڑک تک کو بھگو گیا تھا۔

آبگینہ کی آنکھوں میں آنسو چھلکے۔ وہ سب بلند آواز میں قہقہے لگا رہے تھے۔ وہ اس روز ان سے کچھ کہہ ہی دینا چاہتی تھی، کوئی گالی، کوئی بددعا، لیکن ایسا کچھ کرنے کا انجام بھی جانتی تھی۔ زندگی میں صرف ایک ہی چیز سے تو اسے خوف آتا تھا، اور وہ تھا تماشا بن جانا، تماشا بن جانے کے خوف نے اسے زندگی کے ہر مقام پر منہ میں آئے جواب، دل میں آئے غصے اور آنکھ میں اترے خون کا گلا دبا دینے پر مجبور کیا تھا۔ پھر صرف چند ہی دن بعد تو وہ امتحان متوقع تھے جن کے نتیجے نے اسے اپنے پاؤں پر کھڑے کرنا تھا۔

آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو زبردستی اندر دھکیلتے ہوئے اس نے آگے بڑھ جانے کو جو قدم بڑھایا تھا۔ تب ہی وہ لڑکا جس نے رنگ ملا پانی اس پر اچھالا تھا اس کے اسی قدم میں تو آکر گرا تھا، لیکن شاید اس گھونسے کی آواز کی رفتار زیادہ تیز تھی جو لڑکے کے زمین پر گرنے سے ذرا ہی پہلے اس کے کانوں نے سنی تھی۔

ابھی وہ اس صورت حال کو سمجھ بھی نہ پائی تھی کہ آوازیں کسنے والا لڑکا اس کے سامنے زمین بوس ہوا تھا۔ مگر اس حرکت کو کرنے والے کو دیکھنے سے پہلے پانی پھینکنے والے لڑکے نے نیچے سے اٹھنے کی کوشش کی ہی تھی کہ اس کے سینے پر ایک لات رسید ہو گئی تھی اور وہ دوبارہ زمین بوس ہو گیا۔

"بھاگو۔" ان دونوں کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا تھا اور ان بھاگتے قدموں کے پیچھے بجلی کے کھمبے کے اردگرد بکھری دھول اڑنے لگی تھی۔ آبگینہ بے یقینی سے فٹ پاتھ پر اوندھے پڑے لڑکوں کو دیکھ رہی تھی جب وہ آکر اس کی نظروں کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔

"تمہیں اب چلنا ہے یہاں سے یا ان کے کسی اور ساتھی کا انتظار ہے جو آئے اور تمہاری عزت میں اضافہ فرمائے۔" وہ جس کا نام سلجوق تھا، اس سے پوچھ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"ہاں' یہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔" کالج سے رول نمبر سلپ لینے کے بعد سلجوق کی گاڑی میں بیٹھی آبگینہ نے کہا تھا۔ "یہ اس راستے پر آتے جاتے شاید میرا پانچواں سال ہے' یہ' یا پھر شاید ان جیسے ہی کوئی اور لڑکے ہمیشہ یہاں ہی کھڑے ملتے رہے۔"

"اسی قسم کی حرکتیں... ہے نا؟" وہ ڈرائیونگ سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آبگینہ شرمندہ ہوئی تھی اس نے سر جھکا لیا تھا۔

"اور تم چار ساڑھے چار سال سے یہ حرکتیں برداشت کر رہی ہو؟" وہ چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

آبگینہ نے تیزی سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کوئی جواب دینا چاہا تھا لیکن اس کی نظروں میں نجانے ایسا کیا تھا کہ وہ کوئی جواب نہ دے پائی تھی۔

"تم سے دادا نے کہا تھا ناکہ تم میرا انتظار کر لو۔ وہ مجھ سے کہیں گے' تمہیں رول نمبر سلپ دلوا دوں۔"

وہ اگلا سوال پوچھ رہا تھا ایک بار پھر آبگینہ کا سر جھک گیا۔

"آپ کو انہوں نے بھیجا تھا میرے پیچھے۔" کچھ دیر بعد اس نے خود کو سوال کرتے سنا تھا۔

"نہیں۔" اس نے سیدھے ہوتے ہوئے اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھے۔

"پھر؟" اس نے تیزی سے سر اٹھا کر اس کی طرف حیرت سے دیکھا۔

"پھر پتا نہیں۔" وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا "شاید اس روز تمہیں میرے لیے جوس کا ڈبہ نہیں لانا چاہیے تھا۔ سارا فتور اسی کا ہے۔" وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا تھا۔

آبگینہ باقی کا سارا راستہ اس کی اس بات کو سمجھنے کی کوشش میں ہی مصروف رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"سلجوق آج کل اکثر ادھر کا چکر لگانے لگا ہے' خیر تو ہے؟" عفت نے توسٹ پر جیم لگاتے ہوئے عالم گیر سے پوچھا۔

"اباجی کی وجہ سے... یہ تو سیدھی سی بات ہے۔ اس کو سوال بنانے کی کیا ضرورت ہے۔" عالم گیر نے چائے کا گھونٹ حلق سے اتارنے کے بعد جواب دیا۔

"واہ! ... جیسے میں نیلوفر کو جانتی نہیں ہوں۔" عفت نے چھری پلیٹ میں رکھی

"ادھر اباجی کا سرا ہاتھ میں نہیں آ رہا... ساری عمر ہم منتیں کرتے رہے کہ ادھر آ کر رہیں ہمارے پاس لیکن نہیں مانے۔"

"پتا نہیں ہم انسانوں کو کیا عادت ہوتی ہے' جہاں معمول سے ہٹ کر کوئی چیز دیکھتے ہیں' وہیں بیٹھ کر اس کا آپریشن کرنے لگ جاتے ہیں۔"

ذوالکفل تھا جو ان دونوں کی گفتگو کے دوران آ کر ناشتے کے ٹیبل پر بیٹھا تھا... "آپ لوگ چیزوں کے مثبت پہلو دیکھا کریں بس۔" اس نے اپنے سامنے رکھے پیالے میں دلیہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو مثبت پہلو کیا ہے اس بات میں؟" عفت نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"یہ ہی کہ دادا ہمارے ساتھ رہ رہے ہیں اور وہ ایک امیزنگ شخصیت ہیں۔" میں تو بہت انجوائے کر رہا ہوں ان کی کمپنی میں۔"

"اور سلجوق؟" عفت نے اسی مشکوک انداز میں کہا۔ "وہ بھی انجوائے کرنے آتا ہے یہاں کیا؟"

"پتا نہیں۔" ذوالکفل نے شانے اچکائے' ذوالکفل کو بہت برا لگتا تھا اگر عفت کسی دوسرے شخص کی نیت پر شک کرتیں۔ وہ ایک مکمل اسپورٹس مین تھا۔ زندگی کو نپے تلے انداز میں گزارنے کا قائل' دوسرے لوگ اپنی زندگیوں میں کیا کر رہے تھے اسے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اسے صرف اس بات سے غرض رہتی تھی کہ وہ خود اپنی زندگی میں کچھ ایسا تو نہیں کر رہا جو اخلاقی لحاظ سے غلط ہو۔

لیکن عفت اپنی عادت سے مجبور تھیں۔ تجسس ان کی فطرت میں شامل تھا۔

دادا سے ملنے کے لیے سلجوق کا آنا انہیں مشکوک نہ کرتا اگر وہ ایک روز اپنے گھر کے گیٹ سے کسی کو اندر داخل ہو کر سرونٹ کوارٹرز کی طرف جاتا نہ دیکھ لیتیں اور انہیں یہ شک نہ گزرتا کہ اس آنے والے کا حلیہ سلجوق جیسا تھا اگرچہ شام کے جھٹ پٹے میں وہ اس آنے والے کو ٹھیک سے دیکھ نہ پائی تھیں اور چوکیدار سے پوچھنے پر انہیں اس کی کسی بھی آنے والے سے لاعلمی کا پتا نہ چلتا۔

اس شام سلجوق اباجی کے کمرے سے نکل کر ان سے ملا بھی تھا جبکہ اسے اباجی سے ملنے کے لیے گھر میں آتے انہوں نے نہیں دیکھا تھا۔

"پلیز مام! بات وہ کرنی چاہیے جس پر کوئی دوسرا یقین بھی کر سکے۔" زوالکفل سے بھی زیادہ عملیت پسند ان کی بیٹی امائزہ نے ان کا وہم سن کر کہا تھا "کبھی کبھی ہم جو خواب دیکھتے ہیں نا وہ ہمارے لاشعور میں یوں بیٹھ جاتے ہیں کہ حقیقت لگنے لگتے ہیں۔"

اب وہ امائزہ کو کیا بتاتیں کہ وہ خواب میں بھی سلجوق کو سرونٹ کوارٹرز کی طرف جاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھیں اور یہ کیسا خواب تھا جس میں سلجوق اباجی کے کمرے میں داخل ہوئے بغیر باہر نکل آیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"عجیب سی ہی بات تھی نا کہ جس جوس کے ڈبے کے لیے وہ قرض دار ہو گئی تھی اسی جوس کے ڈبے کا وہ ہر بار حوالہ دیا کرتا تھا۔ "تمہیں میرے لیے جوس کا ڈبہ نہیں لانا چاہیے تھا' سارا قصور اسی کا ہے۔"

اگرچہ آبگینہ ابھی تک یہ سمجھ نہ پائی تھی کہ اسے کتابیں اور ٹیسٹ پیپرز لا کر دینے' روزی کا گھر ڈھونڈ کر اس سے نوٹس لا کر دینے اور ہر روز بی بی جان کے کوارٹر میں آکر اس سے یہ پوچھنے کہ اس کی تیاری کیسی ہو رہی تھی کے پیچھے جوس کے ڈبے کا کیا قصور تھا۔ لیکن وہ دن میں دس پندرہ مرتبہ پڑھائی چھوڑ کر اس بات پر حیران ہوتی رہتی تھی کہ اس کے ساتھ کیا معجزے ہو رہے تھے۔

وہ نانا' جن کے تصور سے وہ عمر بھر ہولتی رہی تھی اس پر اچانک مہربان ہو گئے تھے اور بڑے ماموں جنہیں ان کی زندگی میں اس نے کھڑکیوں کی جالیوں اور دروازوں کی درزوں سے آنکھ لگا کر ہی دیکھا تھا' ان کا وہ بیٹا جسے امائزہ کے ساتھ کبھی اسی گھر کے لان اور کبھی کچن کے ساتھ ملحق لاؤنج میں بیٹھ کر گھنٹوں گپیں لگاتے وہ دیکھا کرتی تھی اور سوچتی تھی کہ اس گھر میں آنے والے مہمانوں میں سے وہ اپنے کام چھوڑ کر اسی کو کیوں تاک جھانک کر کے دیکھا کرتی ہے' وہ اس کے لیے زندگی میں بہت سی آسانیوں کا محرک بن گیا تھا۔

"میں نے اس سے پہلے کبھی غور بھی نہیں کیا تھا کہ تم اس گھر میں رہتی ہو۔" اس نے آبگینہ کو بتایا تھا۔

"شاید گھر کے بچے ارد گرد پھیلی چیزوں اور لوگوں کو اسی آنکھ سے دیکھنے کے عادی ہو جاتے ہیں جس سے گھر کے بڑے انہیں دکھانا شروع کرتے ہیں۔" وہ ہلکے سے ہنس کر بولا تھا "اور ایسا اس وقت تک ہوتا ہے جب تک بچے اتنے بڑے نہ ہو جائیں کہ ان کی آنکھیں اپنا وژن خود بنا لیں' اسی لیے تو اس روز پرنسپل کے پاس جا کر تمہاری سفارش کرنے سے پہلے تک تم میرے لیے صرف میری کسی ایسی پھوپھی کی بیٹی تھیں جو باغی تھیں اور نتیجہ تمہارا ابھی باغی ہونا لازمی تھا۔ وہ اپنے گھر والوں کا سر جھکا چکی تھیں لہٰذا معتوب تم بھی ٹھہری تھیں۔"

"پھر کیا ہوا؟" آبگینہ نے اس کی بات سنتے پری کی جادو والی اس چھڑی کا کھوج لگانا چاہا جس نے یکایک منظر بدل ڈالا تھا۔

"پھر یوں ہوا کہ مجھے لگنے لگا تم تو بالکل بے قصور ہو' معصوم ہو اور بے ریا بھی ہو' جسے ہم سب نے اپنے بدصورت رویوں کے ساتھ ان لاجسٹکس سے محروم کر رکھا ہے جن کی تم مستحق ہو۔" وہ قدرے رنجیدہ لہجے میں بولا۔

"پھر؟" اس کی کہانی میں آبگینہ کی دلچسپی بڑھنے لگی۔

"پھر... میں نے سوچا کیوں نہ تمہیں وہ

لاجسٹکس مہیا کیے جائیں جو تمہیں امائرہ سے زیادہ قابل لڑکی ثابت کر سکیں۔"

"نہیں۔" وہ کہانی کے اس موڑ سے مایوس ہوتے ہوئے لاشعوری طور پر ذرا پیچھے ہٹی تھی۔ "اب ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟" وہ چونک کر بولا تھا۔

"اب تو میں اتنی بڑی ہو گئی ہوں اور وقت کے ساتھ میرا دماغ پہلے سے بھی زیادہ ہلکا ہو چکا ہے۔ اب تو میں بس پاس ہو جاؤں 'بڑی بات ہے۔" وہ خود سے کافی زیادہ مایوس تھی۔

"اچھا چلو 'دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔" وہ رخصت ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"بس تم ضرور امتحان پاس کرلوگی۔" بی بی جان اس کے گرد نت نئی کتابیں اور نوٹس دیکھ کر کہتیں "اور جب تم پاس کرلوگی ناتو مسرت النساء فورا" یوں تمہیں نوکری دلوادے گی۔" وہ چٹکی بجاتیں۔

حیرت کی بات تو یہ تھی کہ جب پہلی بار سلجوق نے بی بی جان کو اس راز میں شریک کیا تھا کہ وہ اور نانا آبگینوں کی مدد کرنا چاہتے تھے اور یہ کہ اس مدد کو آبگینوں تک پہنچنے کے لیے سلجوق کو ان کے کوارٹر تک رسائی چاہیے تھی تو بی بی جان نہ تو معترض ہوئیں نہ ہی اپنے مالکوں سے ڈریں 'بلکہ وہ خوشی سے نہال ہوتی جارہی تھیں۔ یہ ہی حال چوکیدار کا تھا اور مالی کا بھی۔

شاید وہ سب ہی یہ چاہتے تھے کہ وہ جو کئی سالوں سے تعلیم کے نام پر ایک مسلسل جدوجہد میں مشغول تھی 'اس کی کوششوں کو کوئی کنارا مل جائے۔ اسی لیے تو گیٹ سے لے کر سرونٹ کوارٹرز تک جتنے بھی مرحلے تھے 'وہ ان سب کو انتہائی رازداری کے ساتھ طے کر لیتا تھا۔

☼ ☼ ☼

"مذاق بھی ایک حد تک اچھا ہوتا ہے سلجوق!" پری نے خشک لب اسٹکر کو اسکیچ بک کے کاغذ کی سطح پر پھیرتے ہوئے کہا "تمہارا مذاق اگر کسی کے جذبات سے کھیلنے لگے اور پھر تم ہاتھ اٹھا کر کہو کہ یہ تو محض ایک مذاق تھا تو جانتے ہو کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔"

"جانتا ہوں۔" سلجوق نے بدمزہ ہوتے ہوئے چہرے پر ہاتھ پھیرا "لیکن ایسا تو تب ہے نا جب میری نیت مذاق کی ہو بھی۔"

"اچھا!" پری نے اسکیچ پر سے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا "تو تمہارا خیال ہے کہ تم سنجیدہ ہو۔" سلجوق نے ہونٹ بھینچتے ہوئے سر ہلانا چاہا لیکن اس کے اس جواب سے پہلے ہی اس نے سپاٹ لہجے میں اگلی بات کہی۔

"نیلوفر والی حقیقت کے ہوتے ہوئے ایسی کسی بات پر سنجیدہ ہوا ہی نہیں جا سکتا۔"

"کیا مذاق ہے یار!" وہ بھنا کر بولا "آپ میری ہر بات میں نیلوفر کو کیوں لے آتی ہیں آخر......؟"

"اس لیے کہ وہ تمہاری زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ہے باز آجاؤ 'مت اسے ایسے لاجسٹکس مہیا کرنے کی کوشش کرو جو اس کی رہی سہی زندگی کا روگ بن جائیں۔"

"کم آن پری!" اس بار وہ واقعی جھنجلا گیا تھا "میں جنون کی حد تک سنجیدہ ہوں۔"

"اچھا تو تمہارا خیال ہے کہ تم نے جان اور دل جوس کے ایک پچیس روپے والے ڈبے پر لٹا دیے 'یہ ہی کہنا چاہ رہے ہو نا تم؟"

سلجوق کو پری کے لہجے کا طنز بری طرح چبھا تھا لیکن وہ مصلحتا" اسے نظر انداز کر گیا۔

"ہاں۔" اس نے پورے وثوق سے سر ہلایا "کیونکہ وہ صرف جوس کا ایک ڈبہ نہیں تھا۔"

"نہیں 'وہ جوس کا ڈبہ نہیں کوہ نور ہیرا تھا جسے وہ ملکہ برطانیہ سے چھین کر تمہارے لیے لے آئی تھی۔" پری کے لہجے میں ابھی تک وہ ہی استہزا تھا۔

"کوہ نور ہیرا ہی سمجھیں۔" وہ اتنے ہی تیقن اور اعتماد سے بولا تھا "کیونکہ اس کے لیے اسے کسی کے سامنے اپنی ایگو ایک طرف رکھنی پڑی تھی اور......" اس نے ہاتھ اٹھا کر پری کو درمیان میں بولنے سے منع

کرتے ہوئے کہا "اور میرے نزدیک کسی انسان کی ایگو دنیا کے سب سے قیمتی ہیرے سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہے۔"

"اوووہ....!" پری اپنا انداز بدلنے پر تیار نہیں ہوئی۔ "حیرت ہے نیلوفر کا بھائی ہوتے ہوئے بھی تمہیں دوسروں کی ایگو کی قیمت کا اندازہ ہے۔"

"ایسی باتیں مت کریں پری! جن سے ایسا لگے جیسے آپ مجھے جانتی نہیں۔" اس نے مایوسی سے سر ہلایا۔

"میں تمہیں بہت اچھی طرح جانتی ہوں سلجوق۔" پری کا لہجہ قدرے نرم ہوا "اسی لیے تمہیں کسی ایسی سمت پیش قدمی سے روکنا چاہتی ہوں جس کے نتیجے میں تمہارے اپنے لاجسٹکس ہاتھ سے جاتے رہنے کا اندیشہ ہو۔"

"اور آپ سمجھتی ہیں کہ ایسا کوئی اندیشہ مجھے ڈرا سکتا ہے' اپنے ارادے سے باز رکھ سکتا ہے؟" سلجوق کے لہجے میں ضد اتری۔

"ہاں!" پری نے افسوس کے ساتھ سر ہلایا۔ "کیونکہ تم سب تلخ باتوں کے باوجود نیلوفر سے محبت کرتے ہو اور اس کا احترام بھی۔"

لمحہ بھر کے لیے سلجوق کی آنکھیں بند ہوئیں اور اس نے سر جھکا لیا۔

"اور نیلوفر تمہیں اس پیش قدمی کی مر کر بھی اجازت نہیں دے سکتی۔ اسی لیے تمہیں خبردار کر رہی ہوں کہ اس بے قصور اور پہلے سے مظلوم لڑکی کے ساتھ محبت محبت کا کھیل مت کھیلنے بیٹھ جانا۔ تمہارا تو شاید کچھ نہ جائے لیکن اس کا بہت زیادہ نقصان ہو جائے گا۔"

"چھوڑیں' آپ نہیں سمجھ پائیں گی۔" وہ پری سے بحث کرنے کے بجائے ہونٹ دانتوں تلے دبا تا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ لاؤنج کے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر وہ پری کی طرف مڑا "میں چلتا ہوں اب۔"

"رکو۔" پری نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا "اور بیٹھ جاؤ ادھر' ہم اس موضوع پر نئے سرے سے بات کرتے ہیں۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑے اسے صوفے تک لے آئی۔

☆ ☆ ☆

وہ عالم گیر کی ملک واپسی سے لے کر اب تک بغور اس کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ شاید وہ جاننا چاہتے تھے کہ جس بھانجی پر ترس کھا کر عالمگیر ان کی ہدایت کے برعکس اسے اپنے گھر لے آئے تھے' اس کے معاملات میں ان کی دلچسپی کس حد تک تھی۔

"میں نے آنگین سے پوچھ لیا ہے گل خان! جس اسکول میں اس کا سینٹر بنا ہے' وہ تو بس یہیں ہے دس منٹ کی واک پر۔ میں نے اس سے کہہ دیا ہے۔ وقت پر نکل جایا کرے گی تو کوئی مسئلہ نہیں ہو گا پہنچنے کا' اس لیے کسی سواری کا بندوبست کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" انہوں نے ایک روز عالم گیر کو چوکیدار سے کہتے سنا تھا۔

"کتنے پیپر ہوں گے اس کے ٹوٹل' یہ ہی کوئی چھ سات' ہے نا؟" عالم گیر کی بیوی عفت اس روز سرگوشی کے انداز میں عالم گیر سے پوچھ رہی تھیں جب وہ کچھ دیر ان دونوں کے پاس بیٹھنے کے بعد اپنے کمرے میں آنے کے لیے اٹھ کر دروازے تک پہنچے تھے۔

"ختم ہوں کسی طرح تو جان چھوٹے۔ میں تو اس بات کا پہرا دیتے دیتے ہی تھک گئی ہوں کہ کہیں اباجی کی نظر اس پر نہ پڑ جائے۔ سب سرونٹس کو بھی الرٹ کیا ہوا ہے۔ جانتے ہیں' کتنا عجیب لگتا ہے مجھے ایسی ہدایات دیتی ہوں جب ملازموں کو۔"

اس پچھلی عمر میں اپنی زیادتیوں کی تلافی کرنے اور خود کو احساس جرم و گناہ سے آزاد کرا لینے کی دھن نے مجھ بڈھے کے کان بھی کیسے تیز کر دیے' اتنی نیچی آواز میں کی گئی بات بھی سنائی دینے لگی ہے۔ وہ سر جھٹکتے ہوئے خود پر ہنسے۔

"شاید میں ان حالات اور گزشتہ تاریخ کی وجہ سے اس کے لیے زیادہ کچھ نہیں کر پاؤں گا' بجز اس کے تعلیم حاصل کرنے کے معصوم شوق کی تکمیل کے۔" میرا

بیٹا، بیٹیاں اور ان کے بچے شاید اب میرے اس اعتراف سے سمجھوتا نہ کرپائیں گے کہ میرے اس بے قصور بچی کے بارے میں خیالات یکسر بدل چکے ہیں اور وہ مانیں تو کیسے مانیں کہ میں جو مہرالنساء سے اس کی موت کے بعد بھی اس قدر ناراض تھا کہ اس کا مرا ہوا منہ تک نہ دیکھنے گیا تو اب اس کی بچی کے لیے محبت بھرے جذبات میرے دل میں یکایک کیسے اُمڈ آئے۔

ان کی آنکھیں بھیگنے لگیں، ہاتھ میں پکڑی چھڑی کی موٹھ پر ان کی گرفت کپکپانے لگی۔ "اور اب جب کہ میں عالمگیر، دونوں بیٹیوں اور جہانگیر کے بچوں میں اپنی جائیداد، روپیہ پیسہ ان کے حق کے حساب سے پہلے سے بانٹ چکا ہوں اور خود اپنے لیے میں نے صرف اپنی ضرورت کے وسائل ہی رکھے ہوئے ہیں، میں اس بے چاری کو دے بھی کیا سکتا ہوں۔ محبت اور اپنائیت کا اعتبار، سرپرستی کا احساس اور گریجویٹ ہو جانے کی خوشی۔" انہوں نے افسردگی سے سوچا۔

پھر بہتر ہے کہ خاموشی سے اس کے لیے جو کر سکتا ہوں کر دوں شاید اس کی زندگی میں تھوڑی آسانی جائے۔"

وہ اپنے اس فیصلے کو دن میں کئی بار دہراتے تھے اور جتنی بار دہراتے تھے ان کے دل میں اپنی کمزوری اور بے بسی کا احساس بڑھنے لگتا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ چھوٹے چچا کے گھر کی سرونٹس ہیڈ بی بی جان کے کوارٹر میں بیٹھا **آبگینہ** کو انگریزی کے سوال یاد کرا رہا تھا۔

"میری انگریزی اتنی اچھی نہیں ہے۔ مجھے صرف اتنی تیاری کرنی ہے کہ میں بس پاس ہو جاؤں اس سے آگے یہ زبان سمجھنے کی مجھے کیا ضرورت ہے۔" وہ اس کے سامنے بیٹھی اکتائے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ کیا مصیبت تھی، ڈبل لیٹ فیس کے ساتھ داخلہ بھجوانے کی سزا مل رہی تھی شاید۔

"تمہیں ضرورت نہیں ہوگی، مجھے تو ہے۔" وہ اس کے لہجے اور انداز کی پروا نہ کرتے ہوئے بولا تھا۔ "اور تم جانتی ہو میری منزل تمہاری یہ چند صفحوں والی کتاب نہیں ہے، میں تو اس سے آگے بہت آگے کی چیزیں بھی تمہیں پڑھانے والا ہوں۔" اس نے ہاتھ میں پکڑی کتاب اُسے دکھاتے ہوئے کہا تھا۔

"ہیں!" وہ پوری جان سے ڈر گئی "کس نے کہا ہے اور کیوں؟ نہیں بھئی نہیں مجھ سے اتنی سر کھپائی نہیں ہوتی۔" اس نے صاف انکار کرتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

"مجھ سے تو ہوتی ہے اور میں یہ سر کھپائی کرنے کے پورے موڈ میں ہوں۔" وہ اس کی پروا نہ کرتے ہوئے بولا تھا۔

اور دونوں سے ذرا فاصلے پر بیٹھی بی بی جان نے چونک کر اس لڑکے کی طرف دیکھا تھا جس کا انداز اب انہیں ایک نئی کہانی سنانے لگا تھا۔

"اور اگر یہ بات کھل گئی تو میرا کیا ہوگا؟" ان کا دل اپنے لیے لرزنے لگا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ماما بھی نا بہت عجیب ہیں۔" امائزہ نے چپس کا ڈبہ سلجوق کی طرف بڑھاتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا "انہیں عجیب عجیب وہم اور گمان ہوتے رہتے ہیں۔"

"اچھا!" وہ چپس منہ میں ڈالتے ہوئے بولا۔

"ہاں.... اور جانتے ہو آج کل انہیں کیا وہم ستا رہا ہے۔" وہ صوفے سے اٹھ کر اس کے سامنے فلور کشن پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"انہیں لگتا ہے کہ تم دادا کے کمرے میں جاتے ہوئے تو نظر نہیں آتے لیکن اچانک سے ان کے کمرے سے تمہیں نکلتے ہوئے انہوں نے کئی بار دیکھا ہے۔" وہ بات ختم کر کے بلند آواز میں ہنس رہی تھی۔ سلجوق کا چپس کے ڈبے کے اندر جاتا ہاتھ وہیں رک گیا تھا۔

"اب تم بتا ہی دو بھلا تم دھواں بن کے دادا کے کمرے میں جاتے ہو یا پھر مکھی بن کر؟" امائزہ ہنستے

ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں یار.... یہ بہت سنجیدہ معاملہ ہے' اسے ہنسی میں مت ٹالو۔" ذوالکفل جواب تک ٹی وی اسکرین پر نظریں جمائے فٹ بال میچ دیکھ رہا تھا' امائزہ کی ہنسی میں بداخلت کرتے ہوئے بولا۔

"ماما کو کسی سائیکاٹرسٹ کی سخت ضرورت ہے۔ کیوں سلجوق؟" اس نے بت بنے بیٹھے سلجوق کی طرف دیکھا۔ سلجوق نے چپس کا ڈبہ میز پر رکھ کر ہاتھ جھاڑے۔

"بتاؤ بھی سلجوق! اس جادوگر سے یہ جادو سیکھا ہے تم نے؟" امائزہ اسے اکسا رہی تھی۔

"جادو نہیں سیکھا' مجھ پر جادو ہو گیا ہے۔" وہ کہنا چاہتا تھا "ایسا جادو جس نے مجھے عقل اور سوجھ بوجھ سے آزاد کر دیا ہے۔" اس نے لمبا سانس کھینچتے ہوئے گردن موڑ کر لاؤنج کی کھڑکی کی طرف دیکھا' جس کے عقب میں گھر کے ملازمین کے کوارٹرز تھے۔

"وہ بے قرار ہوتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"کدھر؟" امائزہ نے پوچھا۔

"میں!" اسے فوری طور پر جواب سمجھ میں نہیں آیا۔

"اگر تم سمجھتے ہو کہ تم یہاں سے اٹھو گے اور اپنے گھر چلے جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کہہ رہی تھی "ہماری ڈیل یہ طے ہوئی تھی کہ تم آج مجھے مووی بھی دکھاؤ گے اور ڈنر بھی کراؤ گے۔ چلو بیٹھو واپس۔"

"میں کہیں نہیں جا رہا۔" اس نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ "دادا کے پاس جا رہا ہوں' ان سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"رکو' رکو!" ذوالکفل اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا "میں ذرا ماما کو بلا لاؤں' وہ اپنی آنکھوں سے تمہیں دادا کے کمرے میں جاتا دیکھنا یقیناً بہت پسند کریں گی۔"

"ماما تو گھر پر نہیں ہیں.... تم جاؤ سلجوق!" امائزہ نے ذوالکفل کو درمیان سے ہٹا کر کہا۔

"چلو پھر میں تمہاری تصویر لے لیتا ہوں اور اس کے ساتھ اسٹیٹس بھی ڈال دیتا ہوں۔ دادا کے کمرے میں جاتے ہوئے۔" کم سے کم دو لائکس تو ضرور آجائیں گے۔ ہے نا امائزہ! ایک تمہارا اور ایک میرا۔" ذوالکفل ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا اور سلجوق کو کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے دادا کے کمرے کی طرف قدم بڑھائے۔

☆ ☆ ☆

"آگ کے دریا کو کیا سمجھتے ہو تم؟"

انہوں نے اپنے سامنے سر جھکائے بیٹھے سلجوق سے پوچھا تھا "دریا تو دیکھا ہو گا تم نے اس سے کچھ زیادہ ہی لمبا اور گہرا ہوتا ہے آگ کا دریا' دور دور تک کنارہ نہیں نظر آتا بس جھلتے جاؤ' ہاتھ پیر مارتے رہو' کنارہ اشتباہ نظر بن کر سامنے آتا اور غائب ہو جاتا ہے۔"

"میں نہیں جانتا کہ ایسا کیسے ہوا ہے لیکن مجھے ایسا لگتا ہے جیسے نتیجہ کیا ہو گا' مجھے اس کی پرواہ نہیں رہی۔" اس نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

انہوں نے غور سے اس کی طرف دیکھا' وہ جیسے کسی انجانے بوجھ کے ہاتھوں تھکا ہوا نظر آرہا تھا۔

"مگر کوئی بھی.... میرا مطلب ہے نیلوفر...." انہوں نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنا چاہا تھا۔

"میں جانتا ہوں دادا! نیلوفر ہی وہ آگ کا دریا ہیں نا جن کی ہیبت سے ڈرا کر آپ مجھے رائی بنانا چاہتے ہیں۔" اس نے ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" ان کا سر ہلا "تمہارے معاملے میں صرف نیلوفر ہی نہیں اور لوگ بھی انوالوڈ ہیں۔ میرا مطلب ہے عالم گیر' عفت اور...."

"اور کون....؟" وہ مضطرب ہوتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"کیا تم نہیں جانتے امائزہ...." انہوں نے بات ادھوری چھوڑتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"نہیں، میں نہیں جانتا اور میں جاننا چاہتا بھی نہیں ہوں۔" وہ قطعیت سے بولا تھا۔

"جو کبھی لڑائی لڑنے کی کوشش میں کیوں اس معصوم کو بھی بیچ میدان کا ٹارگٹ بناتے ہو احمق۔" وہ پہلی بار ڈپٹ کر بولے تھے۔

"مجھے پرواہ نہیں اور اس کو۔" اس نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں "اس کو ٹارگٹ نہیں بننے دوں گا میں اس کی ڈھال بنوں گا۔"

اس کے لہجے میں کچھ ایسا ضرور تھا جس نے انہیں کچھ دیر تک خاموش رہ کے اسے دیکھتے رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"اس سے بھی پوچھا ہے گدھے! اس کا تمہارے بارے میں کیا خیال ہے' چاہے وہ ہی تمہیں مسترد کر دے اور تمہاری ان پہاڑوں کی چوٹیوں کو چھوتے جذبوں کو بھی۔"

"میں نے اس سے کچھ بھی نہیں کہا' وہ امتحان دے رہی ہے۔ میں اسے ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا بعد میں دیکھ لیں گے۔" وہ لاپروائی سے بولا تھا "اور جہاں تک بات مسترد کر دیے جانے کی ہے تو اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ تو اس وقت بھی چھپ چھپ کر مجھے دیکھا کرتی تھی جب میں اسے جانتا بھی نہیں تھا۔"

"یہ تمہیں کس نے بتایا؟" وہ پوری طرح چونکے تھے۔

"خود اس نے۔" وہ پہلی بار مسکرا کر بولا تھا اور اس کی مسکراہٹ میں اپنی بات کا سو فی صد یقین جھلکتا نظر آ رہا تھا۔

اس لڑکے نے ان کے کمزور دل کو بری طرح ہولا دیا تھا۔ انہیں ایک ایک کر کے اس مختصر سے خاندان کی تاریخ کے باب یاد آنے لگے تھے۔ مہرالنساء نے بھی محبت کرنے کا ہی جرم کیا تھا' جہانگیر بھی ایسی ہی لغزش کا مرتکب ہوا تھا اور بہزاد۔

ان کی نظروں کے سامنے اپنے اس پوتے کا چہرا بار بار گھومنے لگا تھا جس کے اندر سلجوق جتنی ہمت نہیں تھی کہ ایک بار ہی صرف ان ہی کے سامنے اپنے دل میں چھپے جذبوں کا اعتراف کر لیتا جس کے ساتھ رہتے ہوئے انہوں نے کئی بار اسے ایک کتاب میں رکھی وہ تصویر دیکھتے دیکھا تھا جسے اس کی غیر موجودگی میں پہلی بار دیکھنے پر خود انہیں بھی یاد نہیں آیا تھا کہ وہ کس کی تصویر تھی اور جس روز یاد آ گیا تھا۔ اسی روز انہیں اس کے دور دیس چلے آنے کی وجہ سمجھ میں آ گئی تھی۔ اس روز بھی ان کا کمزور دل یونہی لرزا تھا۔ لاعلمی بھی کتنی بڑی نعمت ہوتی ہے۔ انہوں نے اس کے بعد کئی بار سوچا تھا لیکن نجانے ایسا کیوں تھا کہ اس کے بعد باتیں کرتے ہوئے وہ بہزاد سے نظریں چرانے لگے تھے۔ بہزاد ان کے اس انداز کو دیکھتا اور محسوس کرتا تھا تو بھی اس نے کبھی ان سے وجہ نہیں پوچھی تھی شاید وہ خود میں گم رہنے کا عادی ہونے لگا تھا۔

مگر یہ معاملہ مختلف تھا۔ یہاں نہ بے خبری رہی تھی نہ ہی لاعلمی۔ وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نتائج کی پرواہ نہ ہونے کا اعلان کر گیا تھا۔

"اس معاملے میں آپ سے بہتر مددگار کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ آپ ساتھ دیں گے یا نہیں؟" اس نے جانے سے پہلے ان سے پوچھا تھا۔ وہ صرف ان کے سامنے سوال نہیں رکھ گیا تھا۔ انہیں اپنے ساتھ آگ کے اس دریا میں گھسیٹ لے گیا تھا جس کا کنارا ڈوب کر پار کرنے والوں کے لیے محض اشتباہ نظر ہی رہتا تھا۔

☼ ☼ ☼

"تم ان سے پوچھ سکتی ہو نیلوفر! میں نے اباجی سے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ یہاں قیام کا پورا عرصہ ہی میرے ہاں گزار دیں' میں نے تو صرف اتنا کہا تھا کہ اس بار چند دن ادھر ہی گزاریں۔" عالمگیر اپنی اس بھتیجی کے سامنے منمنانے پر کیوں مجبور ہو جاتے تھے' یہ بھی انہیں خود بھی پتا نہیں چلا تھا۔

"میں جانتی ہوں' آپ نے ایسا نہیں کہا ہو گا۔ لیکن آپ سب کی وہ باتیں۔ آہ اباجی! آپ ہی کی ہمت

ہے جو نیلوفر کے ساتھ رہ لیتے ہیں' اُف اباجی! آپ نیلوفر کے ساتھ کیسے وقت گزار رہے ہیں۔" وہ باقاعدہ اداکاری کرتے ہوئے بولی تھی۔

"تم بیٹھو تو سہی' بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ خوامخواہ بدگمان ہو رہی ہو۔" وہ گڑبڑا گئے تھے لیکن وہ کھڑے کھڑے ان سے گلہ کرنے آئی تھی للذا کھڑے کھڑے ہی بات کرنے پر مصر تھی۔

"میں نے کبھی کہا نہیں' کیوں کہ میں کہنا نہیں چاہتی تھی۔" اس نے دانت پیسے تھے۔

"لیکن اب آپ لوگوں نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں آپ کو بتا دوں چھوٹے چچا آپ ہر اس سازش میں دل و جان سے شریک رہے ہیں جو ایک ایک کر کے مجھ سے میرے پیارے چھین لیتی ہے۔"

عالم گیر نے اس الزام پر حیرت سے اس کی طرف دیکھا لیکن منہ سے کچھ بول نہ سکے تھے۔

"پہلے بابا جان کی اس جادوگرنی سے شادی پر آپ بہت خوش تھے' پھر دادا جان کو آپ یقین دلانے میں کامیاب ہو گئے کہ نیلوفر ایک ایسا پیراسائیٹ ہے جو آہستہ آہستہ ان کی زندگی نگل جائے گا اور آپ نے اسی پر بس نہیں کیا اب آپ کے ہاتھ سلجوق کو اپنی گرفت میں لے لینے کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔"

عالم گیر کی نظریں نیلوفر کے چہرے کی طرف اٹھیں اور برف ہو گئیں۔

"وہ لڑکی امائزہ!" اس نے جیسے امائزہ کا تصور کرتے ہوئے ایک بار پھر دانت پیسے تھے "زہر لگتی ہیں مجھے ایسی نیک لڑکیاں' فتح اور جیت کے جھنڈے گاڑنے کے نام پر ٹرافیوں اور میڈلز کا کلیکشن سمیٹنے کی شوقین لڑکیاں جن کے ظاہر کو دیکھ کر آسانی سے ان کی ذہانت کے گڑھے میں چھلانگ لگائی جا سکتی ہے۔"

عالم گیر نے اس ہتک آمیز جملے پر زخمی نظروں سے نیلوفر کی طرف دیکھا۔

"اسے بتا دیجیے گا کہ سلجوق اتنی آسان ٹرافی یا میڈل نہیں جسے اپنے معمولی سے آئی کیو کے بل پر جیت لینا دیگر اعزازات کی طرح آسان ثابت ہو گا۔ وہ میرا بھائی ہے۔" اس نے اپنی طرف اشارہ کیا۔ "نیلوفر کا بھائی' جس کے راستے اور حدود کا تعین میں خود کرتی ہوں اور ابھی تک اس کے لیے میں نے ایسا کوئی راستہ نہیں چنا جو آپ کی بیٹی کی طرف جاتا ہو نہ ہی ایسا کرنے کا میرا کوئی ارادہ ہے۔"

"خدا تمہارے غرور اور اعتماد کو زوال دے۔" بے اختیار عالمگیر کے دل سے دعا نکلی تھی' دوسروں کے دلوں کو اپنے قدموں تلے روند دینا آخر تمہارا ہی مقدر کیوں بنا رہے کبھی تو تمہارا دل بھی کہیں کسی کے قدموں تلے نظر آئے اور ایسا میری نظروں کے سامنے ہو' اللہ کرے۔"

وہ اپنے مرے ہوئے بھائی سے کیے اس وعدے پر پہلی بار دل سے پچھتا رہے تھے جس کی پاس داری کرتے ہوئے اس روز بھی نیلوفر کی دل چھلنی کر دینے والی گفتگو کا وہ کوئی جواب نہ دے پائے تھے۔

"دوسروں کے جذبات کا احترام کرنا اور اپنے جذبات کو مار دینا نجانے میرا ہی مقدر کیوں ٹھہر گیا ہے۔"

نیلوفر کے جانے کے بعد وہ اس کی گفتگو پر کڑھتے ہوئے سوچ رہے تھے۔

"ایک ایسا کام جو میں مسلسل کیے جا رہا ہوں اور کرتے ہوئے بھی نہیں کر پا رہا۔"

مہرالنساء کی روح کو تڑپنے سے بچانے کے لیے آبگینہ کو اپنے گھر لا کر بھی اپنے گھر کی ویسی مکین میں آج تک نہ بنا پایا جیسا اس کا حق تھا' اور جہانگیر بھائی سے کیا وعدہ جو نیلوفر کی سرکشی اور منہ زوری کو نظر انداز کرنے سے متعلق تھا۔

"وہ دل کی بری نہیں ہے عالم گیر بس اسے شروع سے ہی حاکمیت کی عادت سی پڑ گئی ہے' اگر ہم میں سے کوئی اس سے اختلاف کرے گا تو وہ ٹوٹ جائے گی۔ بس اسے برداشت کر لیا کرنا' نظر انداز کر دیا کرنا اور ایسا تم میری محبت میں کر ہی لو گے میں جانتا ہوں۔"

انہیں اپنے بھائی کے الفاظ بخوبی یاد تھے۔ جب ہی وہ نیلوفر سے اختلاف کرتے تھے نہ ہی پلٹ کر جواب

دیتے تھے اگرچہ ہر بار اس سے ملاقات پر ان کی روح نئے تازیانوں سے دوچار ہو جاتی تھی۔

"تم سلجوق کے لیے کیا وہ راستہ منتخب نہیں کرو گی جو امائزہ کی طرف جاتا' امائزہ خود کسی ایسے راستے پر نہیں کھڑی ہوگی جو سلجوق کو اپنی طرف بلاتا ہو۔ تم پر تو نہیں لیکن اپنی بیٹی پر تو میرا اختیار ہے نا!"

دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے انہوں نے اپنا ارادہ باندھا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ اسلامیات لازمی کا پرچہ دینے کے بعد ہال سے باہر نکلی تھی۔ باہر دن روشن تھا اور خوشگوار بھی۔ اس اسکول کی عمارت دیدہ زیب تھی اور جدید بھی لیکن امتحانی ہال نجانے کن وقتوں کا بنا ہوا تھا۔ طویل اور نیم روشن جس کی چھت نیچی تھی اور فرش جگہ جگہ سے اکھڑا ہوا تھا۔ اس نے اس ہال سے باہر نکل کر شکر ادا کیا جیسے کسی قید سے آزاد ہو گئی ہو۔

وہ دوسرا پرچہ تھا جو ختم ہو گیا تھا اور آگے دو دن کی چھٹی تھی۔ اتنی لمبی ڈیٹ شیٹ' چھ پیپر اور پورا مہینہ تقریباً" گزر جائے گا امتحان ختم ہوتے۔" ہال کے باہر بنے برآمدے میں کھڑی وہ سوچ رہی تھی۔

اس روز گھر واپس پہنچ کر اسے نہانا تھا' اسلامیات کی کتاب کو بیگ سے نکال کر طاق پر رکھ دینا تھا اور پھر اس لیپ ٹاپ پر سر کھپائی کرنا تھی جس کی تکنیک کو سمجھنے کا ان چاہا اور مشکل کام اس کے سر پر ڈال دیا گیا تھا۔

"میں نے اس کے ساتھ وائی فائی ڈیوائس اٹیچ کر دی ہے۔ تم اسے آن کرو گی اور پھر گوگل اور یوٹیوب تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرو گی۔" اسے وہ ہدایت نامہ یاد تھا جو اسے دیا گیا تھا۔

"اس کا کیا فائدہ ہوگا۔" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

"بہت فائدہ ہوگا۔ گوگل اور یوٹیوب تمہیں جینے کا ڈھنگ سکھائیں گے۔ ہر وہ چیز جو تم میں مسنگ ہے۔ بات چیت کرنے کے طریقے سے لے کر اٹھنے بیٹھنے' لباس پہننے اسے کیری کرنے اور لوگوں میں سوشلائز کرنے کے ڈھنگ تک۔۔۔ اور ہاں' وہ تمہیں بال سنوارنے اور میک اپ کرنے کے طریقے بھی سکھائیں گے۔ وہ بھی ایک نہیں ایک سو ایک۔" وہ مسکرا کر بولا تھا۔

"مگر میں یہ سب سیکھنا نہیں چاہتی' مجھے ایسی کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" وہ الجھتے ہوئے بولی تھی۔

"نہ ہو۔" وہ بے نیازی سے بولا تھا "مجھے تو ہے۔"

"لیکن کیوں؟" وہ جھنجلائی تھی۔

"تمہاری زندگی کے مسنگ لاجسٹکس مہیا کرنے کے لیے۔" اس نے شرارت سے ایک آنکھ دبا کر کہا تھا "اور ایسا میں تمہارے لیے نہیں کر رہا۔"

"پھر کس کے لیے کر رہے ہیں۔"

"شاید اپنے لیے۔" اس نے مبہم سا جواب دیا تھا۔

وہ خود اپنے لیے' آبگینہ کو زندگی کے ڈھنگ کیوں سکھانا چاہتا تھا۔ وہ لاکھ بار سوچتی مگر اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا اور وہ نانا تھے جو اسے اپنے سامنے بٹھا کر کہتے تھے۔"

"وہ جیسا کہتا ہے ویسے ہی کر لیا کرو۔ اسی میں اس کا بھلا ہے۔" جو سلجوق کہتا تھا آبگینہ ویسا ہی کر لے تو اس میں سلجوق کا بھلا کس طرح ہو سکتا تھا۔ مگر وہ دونوں کی سن کر اس لیے سر ہلا دیا کرتی تھی کہ فی الحال اسے ان کے سر پر امتحان دینا تھا اور یہ اس کی زندگی کا پہلا امتحان تھا جو اسے حد سے زیادہ آسان محسوس ہو رہا تھا۔ کسی کے ساتھ ہونے کا احساس اسے پہلی بار ہوا تھا اور یہ اتنا لطیف احساس تھا جس سے باہر نکلنے کے موڈ میں وہ فی الحال نہیں تھی۔

ان ہی سوچوں میں گم وہ آہستہ قدموں سے چلتی اسکول کے گیٹ کی طرف جا رہی تھی جب اسے کسی نے اس کا نام لے کر آواز دی تھی۔ سر اٹھا کر سامنے دیکھنے پر اسے وہ نظر آئی تھیں جنہیں بہت سال پہلے اس نے کبھی کبھار چھوٹے ماموں کے گھر آتے جاتے دیکھا تھا' ان کے ساتھ بڑے ماموں بھی ہوا کرتے

تھے۔ بڑے ماموں جن کے سائے تک سے بھی اسے ڈرایا جاتا تھا۔

"آبگینہ.... تمہارا نام یہ ہی ہے نا؟" دھوپ کا چشمہ سر پر چڑھائے ہلکی گلابی زمین پر چھوٹی سفید پتیوں والی سوتی ساڑھی باندھے وہ اس کے سامنے کھڑی تھیں۔ وہ جو ایک دھندلی سی یادداشت تھیں۔ اس نے آہستہ سے سر ہلایا۔

"میری یادداشت اتنی اچھی نہیں رہی 'لیکن دیکھو' پھر بھی میں نے تمہیں پہچان لیا۔ اس وقت تم اتنی سی تھیں۔" انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا تھا "یاد ہے میں نے ایک بار سب سے چھپ کر تمہیں گڑیا کا گھر تحفے میں دیا تھا۔" وہ پوچھ رہی تھیں۔

"میں کیسے بھول سکتی ہوں۔ گڑیا کا وہ گھر تو ابھی تک میرے پاس محفوظ رکھا ہے اور اس میں سوتی وہ گڑیا بھی جس کا نام آپ نے امیلیا بتایا تھا۔" اس نے نظریں جھکا کر جواب دیا تھا "اور سب سے چھپا کر نہیں آپ نے صرف بڑے ماموں سے چھپا کر مجھے تحفہ دیا تھا' باقی کسی کو تو کبھی پرواہ بھی نہیں رہی کہ میرے پاس کوئی آتا ہے یا نہیں کیونکہ انہیں یقین ہے کہ مجھ تک کوئی آنا بھی پسند نہ کرتا ہوگا۔"

"بڑا اچھا حافظہ ہے تمہارا تو بھئی۔" وہ ایک بار پھر مسکرائی تھیں۔

"پڑھائی کے علاوہ باقی باتوں میں میرا حافظہ ہمیشہ سے ہی تیز ہے۔" وہ ان کے قریب آکر کھڑی ہوگئی "اور کہیں استعمال ہونے کا اسے موقع جو نہیں ملتا۔ ویسے آپ کا نام بھی مجھے یاد ہے۔" اس نے ان کی طرف دیکھا "نغمہ یا غزل کچھ ایسا ہی نام ہے نا آپ کا۔"

"ٹھمری' قوالی' دادرا۔" اب کے وہ ہنس دیں "کرلو کر لو اچھی طرح یاد کرلو۔"

وہ رک کر خفت سے ان کی طرف دیکھنے لگی "کیا معلوم یہ وہ ہوں ہی نہیں۔"

"میں گیتی آرا ہوں' تمہارے ماموں نے مجھے گیت کہنا شروع کر دیا تو پھر سب ہی اس نام سے پکارنے لگے۔" انہوں نے بالآخر اس کی الجھن دور کر دی۔

"دیکھا میں نے کہا تھا نا۔" خوشی کے مارے اس کی آواز بلند ہوئی "مجھے یاد تھا کہ آپ کا نام ایسا ہی کچھ تھا۔"

"ہوں!" وہ اس کی خوشی پر مسکرا دیں "میں نے دو دن پہلے بھی تمہیں دیکھا تھا نہیں' میری ایک دوست جو گورنمنٹ کالج میں پڑھاتی ہے۔ سپرنٹنڈنٹ ہے اس امتحانی مرکز کی۔ میں اس سے ملنے آئی تھی اس روز تمہیں دیکھ کر مجھے شک ہوا تھا' آج میں کنفرم کرنے آئی تھی اور دیکھ لو' میرا حافظہ بھی اتنا کمزور نہیں جتنا میں سمجھتی تھی۔"

بس اتنی ہی سی گفتگو کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے سے یوں بے تکلف ہوئی تھیں جیسے برسوں کا فاصلہ درمیان میں آیا ہی نہ تھا اور جیسے برسوں پہلے سے ان کی شناسائی تھی۔

☼ ☼ ☼

پری نے گھر کے پورچ میں گاڑی کھڑے ہونے کی آواز سنی 'اور پھر گاڑی کا دروازہ بند ہونے کی۔ چند ہی لمحے گزرنے تھے کہ گیت اندر آجاتیں۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے فون کی اسکرین پر انگلی پھیری اور ایک پل میں اس پر روشن وہ تصویر فون کی فائلز میں کہیں گم ہو گئی جسے پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ پلک جھپکے بغیر مسلسل دیکھ رہی تھی۔ گیت داخلی دروازے سے اکیلی اندر داخل نہیں ہوئی تھیں ان کے ساتھ کوئی دوسرا بھی تھا۔ پری نے اجنبی نظروں سے گیت کے قریب کھڑی لڑکی کو دیکھا جو کسی کالج کے سفید یونیفارم پر سفید ہی بڑا سا سوتی ڈوپٹا اوڑھے کھڑی تھی۔

"تم نے پہچانا نہیں پری.... یہ آبگینہ ہے۔" گیت نے پری کی طرف دیکھا۔ "اب پوچھو بھی بھلا آبگینہ کون؟" وہ اسے ساتھ لیے آگے بڑھی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"میں جانتی ہوں۔ آپ کیوں اس لڑکی کے پیچھے گئیں اور کیوں اسے اپنے ساتھ گھر لے آئیں۔"

گیت جب آبگینہ کو عالمگیر کے گھر چھوڑ کر واپس آئیں پری لاؤنج کے صوفوں کے کشن کور بدل رہی تھی۔

"اچھا۔" وہ اپنے کندھے پر لٹکے بیگ میں کچھ تلاش کرتے ہوئے بولیں۔ "مجھے پتا ہے تم بہت ذہین ہو۔"

"نہ کریں۔" پری نے ایک گول کشن اٹھا کر اس کے کور کو جھٹکتے ہوئے کشن سے علیحدہ کیا "بعض دفعہ تو آپ مجھے اپنی نہیں سلجوق کی سگی ماں لگنے لگتی ہیں مجھے تو شاید آپ نے اڈاپٹ کیا تھا۔ محترم رضا الکریم والی داستان گھڑی گئی معلوم ہوتی ہے۔"

"میں نے مانا تو ہے کہ تم بہت ذہین ہو' اب اس سے بڑھ کر کیا خراج تحسین چاہیے تمہیں۔" وہ کرسی پر بیٹھ کر پیروں کو سینڈل سے نکالنے لگیں۔

"دوسروں کی محبتوں کو پروان چڑھانے کا بہت شوق ہے نا آپ کو۔" کشن چھوڑ کر وہ ان کے قریب فرش پر گھٹنوں کے بل آ بیٹھی "مجھے تو واقعی آپ نے کوڑے کے ڈبے سے نکالا تھا۔" اب وہ باقاعدہ برا مان گئی تھی۔

"خیر' ایسا بھی نہیں تھا' میں تو تمہیں رضا الکریم کے کچرا دان سے صاف نکال لائی تھی۔" انہوں نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا "لیکن تم بتاؤ۔ تمہارا موڈ کیوں آف ہو گیا اس بے چاری لڑکی کی وجہ سے۔"

"میرا موڈ آف نہیں ہے۔" وہ سیدھی ہوتی ہوئی بولی۔ "میں نے تو صرف اتنا پوچھا ہے کہ سلجوق کے ہر معاملے کو آپ اپنے دل سے کیوں لگا لیتی ہیں۔"

"سلجوق کے معاملوں کا اس ساری بات کے ساتھ کیا تعلق ہے؟" اب کے وہ چونکی تھیں۔

"جیسے آپ جانتی نہیں۔" پری نے ناراض نظروں سے ان کی طرف دیکھا "وہ لڑکی سلجوق ہی کا تو معاملہ ہے' انجان بننے کی اداکاری مت کریں۔"

"نہیں' میں سمجھی نہیں" انہوں نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے سر ہلایا۔ "میں نے تو اس روز اسے اسکول کی عمارت سے نکلتے دیکھا اور مجھے بہت سی پرانی یادیں یاد آ گئیں۔ جہانگیر اپنے اباجی کی وجہ سے اس لڑکی کو کبھی سینے سے لگا نہ سکے تھے اور ان کے آخری دنوں کے پچھتاووں میں ایک پچھتاوا یہ بھی تھا اور تمہیں پتا تو ہے کہ جہانگیر کے پچھتاوے میرے دل میں کیسی ٹیس اٹھاتے ہیں۔ میں تو ایک ٹیس نکالنے دوبارہ وہاں گئی تھی اور اسی لیے اسے اپنے ساتھ بھی لے آئی۔"

"اور وہ جو آپ خود جہانگیر صاحب کا ایک پچھتاوا بنا دی گئیں وہ..." پری کا دل چاہا ان سے پوچھے مگر پھر وہ دل کی بات ہمیشہ کی طرح ٹال گئی۔

"گویا سلجوق نے آپ سے ذکر نہیں کیا۔" پری نے حیرت سے دیکھا۔

☼ ☼ ☼

"اس کا پرچہ اچھا ہو گیا ہے سلجوق میاں!" بی بی جان نے رازداری سے خبر پہنچاتے ہوئے کہا "لیکن آج تو ادھر جانے کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے' لان میں شامیانہ جو لگا ہوا ہے۔"

"وہ تو مجھے پتا ہے۔" اس کا لہجہ درشت تھا۔ "لیکن وہ آج پرچہ دینے کے بعد تھی کہاں' میں نے دو دفعہ چیک کیا' وہ واپس نہیں پہنچی تھی۔"

"وہ آج دیر سے گھر واپس آئی تھی' اپنی سہیلی کے ساتھ وہیں بیٹھ کر اگلے پرچے کی تیاری کرتی رہی۔" بی بی جان نے وہی بتایا جو آبگینہ نے انہیں بتایا تھا۔

"ربش!" جواب میں اس نے دانت پیس کر کہا تھا۔ "اگلے پرچے کی تو وہ اے سے زیڈ تک تیاری کر چکی ہے۔"

وہ اسی خراب موڈ میں باہر جانے کو چل دیا تھا۔ باہر امائرہ کی تازہ ڈاکیومینٹری فلم کو کسی فلم فیسٹول میں ایوارڈ مل جانے کا جشن منایا جا رہا تھا۔ سفید رنگ کی خوب صورت کینوپی کے اندر ایک الگ ہی دنیا سجی تھی' روشنیاں' رنگ' موسیقی اور پرتکلف کھانا۔

"یہ اس انتہائی صاف گو لڑکی کی شاید پہلی غلط بیانی ہے۔" اس جگمگاتی دنیا میں موجود موسیقی پر رقص کرتی امائرہ اور اس کے دوستوں کو دیکھتے ہوئے وہ سوچ

رہا تھا اور اس کی انگلیاں موسیقی کی لے پر اس کے گھٹنوں پر بجتی دکھائی دے رہی تھیں۔

When you call on me
When I hear you breathe
I get wings to fly
I feel that I am alive ...

شامیانے کے چاروں کونوں میں نصب اسپیکرز سے نکلتے الفاظ سارے میں گونج رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

"نہیں، آج میں آپ کے ساتھ نہیں جاسکوں گی۔" اس نے اپنے سامنے کھڑی خاتون سے کہا تھا جنہوں نے سرخ بارڈر کی زرد سوتی ساڑھی باندھ رکھی تھی اور جن کا نام گیتی آرا تھا لیکن جو خود کو گیت کہلوانا زیادہ پسند کرتی تھیں۔ ان کے چہرے پر اتنی نرمی اور سکون تھا جب ہی تو گیت نام ان پہ جچتا محسوس ہوتا تھا۔

"لیکن کیوں؟" وہ مایوس ہوتے ہوئے بولی تھیں۔ "جبکہ آج تو میں خاص طور پر صرف تمہارے لیے آئی ہوں، تمہیں لینے کے لیے۔"

"لیکن میں نہیں جاسکوں گی، اس روز میں بہت لیٹ ہوگئی تھی۔ بی بی جان کو میرے بہانے پر یقین نہیں آیا تھا۔" وہ افسردہ ہوتے ہوئے بولی۔

"اچھا چلو ایسا کرتے ہیں کہ آج میں جلدی تمہیں ڈراپ کردوں گی، وعدہ رہا پکا والا۔" انہوں نے کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد کہا تھا اور اتنے مان سے کہا تھا کہ وہ آپ ہی آپ ان کے ساتھ چل دی تھی۔

"آپ کو میرا اتنا خیال کیوں ہے بھلا۔ آپ کو میں اچھی لگتی ہوں کیا؟" ان کی گاڑی میں بیٹھ کر انجانے راستوں کو غور سے دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"ہاں!" وہ گیئر بدلتے ہوئے بولی تھیں "مجھے بیٹیاں بہت اچھی لگتی ہیں۔ بیٹیوں کو دیکھ کر میں ایک دم ماں بن جاتی ہوں۔"

"آپ کی تو اپنی بھی ایک بیٹی ہے۔ پھر آپ دوسروں کی بیٹیوں کے لیے کیسے ماں بن جاتی ہیں۔" یہ سوال پوچھتے ہوئے اس کا گلا رندھ گیا تھا۔

"دوسروں کی۔" انہوں نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا "تم کسی دوسرے کی نہیں مہرالنساء کی بیٹی ہو اور مہرالنساء رشتے میں میری نند لگتی تھی، جہانگیر کی بہن۔"

ان کے منہ سے اپنی ماں کا نام سن کر اس کا دل یکبارگی بھر آیا تھا۔ اس نے کچھ وقت اپنے بھرے حلق میں پھنسے آنسوؤں کو نگلنے میں گزارا اور پھر سامنے دیکھتے ہوئے بولی "لیکن ان کو کوئی بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ بڑے ماموں تو ان سے ناراض تھے۔"

"تمہیں پتا ہے انہیں اس بات پر بہت افسوس تھا کہ انہوں نے تمہیں گلے سے لگانے کے بجائے عالمگیر کے رحم و کرم پر کیوں چھوڑے رکھا، عالمگیر نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔"

"وہ بہت اچھے ہیں۔" گیت کے ان الفاظ پر وہ تڑپ کر بولی تھی۔ "چھوٹے ماموں نہ ہوتے تو میں آج یہاں آپ کے ساتھ نہ بیٹھی ہوتی۔ میرا تو نام و نشان بھی مٹ چکا ہوتا۔"

"بہت اچھی بات ہے کہ تم اپنے ساتھ نیکی کرنے والوں کو اچھے الفاظ سے یاد رکھتی ہو، تم نے مجھے متاثر کردیا۔" وہ اس کے ردعمل پر سر ہلاتے ہوئے بولی تھیں۔

"ہم کہاں جارہے ہیں۔ یہ وہ راستہ تو نہیں جو اس روز آپ کے گھر کی طرف جارہا تھا۔"

"دراصل آج میری بیٹی کا برتھ ڈے ہے، ہم اسے منانا چاہ رہے تھے۔ سوچا تمہیں بھی اپنے ساتھ شامل کرلیں۔" انہوں نے گاڑی ایک اونچی عمارت کے سامنے کھڑی کرتے ہوئے کہا۔

☆ ☆ ☆

"جب سے تمہیں محبت ہوئی ہے تم مین اور خود غرض ہوگئے ہو۔" پری نے پھولوں کے اس گلدستے پر انگلی پھیرتے ہوئے کہا تھا جو سلجوق اس کے لیے تحفے کے ساتھ لایا تھا۔

"جو خود غرض نہ بنادے 'وہ محبت کیسی۔" سلجوق نے مسکرا کر جواب دیا اور سر اٹھا کر کیفے کے انٹیریئر کو دیکھنے لگا "اچھا کام ہے آپ کا۔" اس نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"تم نے بات بدل ڈالی۔" پری نے اس کی توصیف پر غور نہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں!" اس نے سر ہلا کر اعتراف کیا "کیونکہ مجھے خود بھی معلوم نہیں کہ میں اتنا خود غرض نظر آنے لگا ہوں جو آپ کو مجھے یوں جتانا پڑا۔"

"اچھا چلو چھوڑو۔ یہ بتاؤ وہ کیسی ہے؟" پری نے بات بدلی۔ "مطلب وہ تمہاری محبت۔"

"اچھی ہے 'بہت اچھی۔"

"اچھی ہے یا تمہیں اچھی لگتی ہے؟"

"یقیناً" اچھی ہی ہوگی 'مجھے تو۔ میں نے آپ کو بتایا تھا ناکہ۔"

"ہاں ہاں!" پری نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "مجھے یاد ہے جوس کا ڈبہ۔"

"صرف جوس کا ڈبہ نہیں اس کے پیچھے چھپا جذبہ بھی۔" سلجوق نے تصحیح کی۔

تم ایکشنز کے پیچھے کار فرما جذبوں کو مانتے ہو نا سلجوق؟" پری نے ٹھہری ہوئی آواز میں پوچھا۔

"بالکل۔!"

"تمہیں پتا ہے بہت پہلے مجھے بھی کسی نے ایک ایسی چیز پیش کی تھی جو بظاہر تو معمولی تھی بہت ہی معمولی مگر اس کے پیچھے کار فرما جذبہ شاید بہت عظیم تھا۔"

وہ پھولوں کی ایک شاخ شفاف ریپر کے اندر سے کھینچ کر باہر نکالتے ہوئے بولی۔

"اور وہ کیا چیز تھی۔ چاکلیٹ یا پھر کوئی کھسہ وغیرہ؟" اس نے سادگی سے پوچھا۔ "میں جانتا ہوں کہ جہان بھر میں آپ کو صرف ان ہی دو چیزوں میں دلچسپی ہے۔"

"نہیں 'میں نے کہا نا 'وہ چیز بہت معمولی تھی۔"

"مثلاً 'کیا؟"

"ایک ٹشو پیپر جو مجھے آنسو پونچھنے کے لیے پیش کیا گیا تھا۔" پری نے خلا میں دیکھتے ہوئے کہا۔

سلجوق کے ذہن میں لمحہ بھر کے لیے کوئی گزرا ہوا منظر بجلی کی طرح روشن ہوا۔

تب ہی اس کی نظر کیفے کے فرسٹ فلور کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتی گیٹ پر پڑی تھی اور وہ جیسے ساکت ہو گیا تھا۔ گیٹ کے ساتھ کالج کے سفید یونیفارم پر سفید بڑا سا دوپٹہ اوڑھے وہ کھڑی تھی۔ وہ جو اچھی تھی۔ بہت ہی اچھی۔

☼ ☼ ☼

"تمہیں اندازہ ہے کہ تم خود اپنے ساتھ زیادتی کر رہی ہو۔" انہوں نے کھانسی کے دورے پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے بے ربط سانسوں کے درمیان اپنے سامنے بیٹھی نیلوفر سے کہا تھا۔

"تم نے خود کو ان رشتوں سے دور کر لیا ہے جو تمہارے اپنے تھے۔ جلد ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب تم۔ تنہائی کے ساتھ ساتھ ذہنی تنہائی کا بھی شکار ہو جاؤ گی اور اس وقت تمہاری مے ڈے کال پر بھی کوئی تمہاری طرف نہیں لپکے گا کیونکہ کوئی بھی زندگی میں ایک بار تمہارے جنگل سے نکل جانے کے بعد اس میں دوبارہ پھنسنا نہیں چاہے گا۔"

"آپ آج یہاں اس لیے آئے ہیں کہ میرے بخیے ادھیڑ سکیں۔" وہ بپھر کر بولی تھی۔ "میں جانتی ہوں' اتنے روز وہاں بیٹھ کر آپ ان لوگوں کے ساتھ مل کر یہی منصوبے بنا رہے تھے۔"

"میں آج صرف تم سے ملنے آیا ہوں۔ میرے اور تمہارے رشتے کی عمارت اتنی مضبوط اور بلند ہے کہ میری انا اس پر اپنا سایہ نہیں ڈال سکتی' اسی لیے میں نے پرواہ نہیں کی کہ تم خود میری طرف آئی ہو یا نہیں۔"

"آپ کی سوچ ہے کہ میں آپ کی طرف 'آپ سے ملنے چھوٹے چچا کے گھر آتی۔" وہ نخوت سے بولی تھی "رہی بات ان منصوبوں اور سازشوں کی جو چھوٹے چچا اور ان کی فیملی میرے خلاف تیار کرنے

میں مصروف رہتی ہے تو مجھے ان کی رتی بھر بھی پروا نہیں۔ میرے لیے میں 'خود میرا گھر' میرا کام اور میرے دوست ہی کافی ہیں۔"

انہوں نے مایوسی سے سر جھٹکا۔ وہ جس لہجے اور انداز سے بچنے کی خاطر نیلوفر سے ملنے کی ہمت نہیں کر پا رہے تھے وہ ویسا کا ویسا ہی تھا۔ یہ ان کی خوش فہمی تھی کہ تین قریبی رشتوں سے دوری نے کچھ کام کر ہی دکھایا ہو گا۔

مسئلہ تو یہ ہے کہ اس سب کے باوجود جو تم کرتی ہو، آج بھی تم مجھے اتنی ہی عزیز ہو جتنی اس وقت تھیں جب دنیا میں آئی تھیں۔ کاش تمہیں دوسروں کی محبتوں اور جذبات کی آزمائش کرنے کی عادت نہ ہوتی.... انہوں نے سوچا اور ان کا دل دکھ سے بھر گیا۔ ان کی کھانسی ایک بار پھر چھڑ گئی۔ وہ کھانس کھانس کر بے حال ہونے لگے۔

"دیکھا" آپ کی صحت کتنی خراب ہو رہی ہے۔"

وہ مضطرب ہوتے ہوئے ان کے پاس کھڑی ان کا سینہ اور پشت مل رہی تھی۔ "میں نے کہہ دیا بس.... اب آپ واپس چھوٹے چچا کے گھر نہیں جائیں گے۔ میں آپ کا سامان یہیں منگوا رہی ہوں۔"

انہوں نے کھانستے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ ان کی سانس منتشر ہو رہی تھی اور ان کے حلق سے آواز نکل نہیں پا رہی تھی اور نیلوفر کا اپنے لیے پریشان ہونا ان کی آنکھیں بھی نم کرنے لگا تھا۔ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے منع کرنے کا اشارہ دیا۔

"ابھی مجھے وہیں رہنا ہے نیلوفر.... ابھی اس کا امتحان مکمل نہیں ہوا۔" وہ کہنا چاہتے تھے لیکن کہہ نہ پائے تھے۔

☼ ☼ ☼

"ثابت ہوا کہ لوگ کئی باتیں یوں ہی کر دیتے ہیں صرف اس لیے کہ انہیں باتیں کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ جیسے بی بی جان کی وہ بات کہ بڑے ماموں کے بعد ان کی بیوی اور اس کی بیٹی سے کوئی نہیں ملتا۔"

آبگینہ نے پری کی سالگرہ کا کیک کاٹتے ہوئے سلجوق اور پری کو ایک دوسرے کو تنگ کرتے' ہنستے اور قہقہے لگاتے دیکھ کر سوچا۔ "یہ بڑے ماموں کا ہی بیٹا ہے نا اور وہ ان کی بیوی کی پہلی بیٹی.... لوگوں کو بھی کہانیاں بنانے کی عادت ہوتی ہے۔ اس نے سر جھٹکا۔

"سچ ہے میری زندگی میں گیت اور پری نہ ہوتیں تو زندگی کتنی بوجھل اور بے کیف ہوتی۔" آبگینہ کے سامنے بیٹھا سلجوق پری کی کسی بات پر مسکراتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

اس روز گیت کے ساتھ آبگینہ کو وہاں آتے دیکھ کر اسے اپنی روح اور دل بہت ہلکے اور سرشار محسوس ہو رہے تھے۔ کوئی دوسرا تھا جو اس کے راز کا شریک تھا اور اسے ناممکن ... کا سیاہ جھنڈا دکھا کر دل کی خواہش سے دست بردار ہو جانے کے بجائے "آگے بڑھو' ہم تمہارے ساتھ ہیں۔" کے پلے کارڈ دکھا رہا تھا۔ اس نے اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کی طرف دیکھا۔ سفید دوپٹے کے ہالے میں جس کا چہرہ صاف اور خالص نظر آ رہا تھا اور جس کی آنکھوں میں حیرانی تھی۔

☼ ☼ ☼

امائرہ کی کولیگ عائشہ اسے لنچ بریک میں زبردستی اسٹیک کھلانے وہاں لے آئی تھی۔ عائشہ اسٹیک سے زیادہ اسے اس کیفے کا نیا انٹیریر دکھانا چاہتی تھی جو مغرب اور مشرق کی ثقافت کے امتزاج کی تھیم پر کیا گیا تھا۔ اگر اسے اندازہ ہوتا کہ دوستی کی مروت میں عائشہ کی بات مان لینے کے نتیجے میں اس کیفے کے سیکنڈ فلور پر پہنچ کر اسے پتھر کا ہو جانا پڑے گا تو وہ شاید وہ یہ مروت کبھی نہ دکھاتی۔

"تم غلط کہتے تھے ذوالکفل! کہ ماما کو سائکاٹرسٹ کی ضرورت ہے۔ وہ جسے ہم ماما کا وہم قرار دے کر سر جھٹک دیتے ہیں' وہ تو مکمل اور جیتی جاگتی حقیقت کے روپ میں میرے سامنے موجود ہے۔"

اس نے سیڑھی کی ریلنگ پر اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے کارنر ٹیبل پر بیٹھے ان چاروں کو

دیکھا جو کسی بات پر ہنس رہے تھے اور جن میں سے ہر کسی کو وہ پہچانتی تھی۔
"سلجوق اور سرونٹ کوارٹر' سلجوق اور اس کی اسٹیپ مدر۔" اس کا ذہن شل ہونے لگا تھا اور نظروں کے سامنے دیوار پر لگی مارلن منرو اور سلطان راہی کی تصویریں ناچنے لگی تھیں' وہ تیزی سے مڑی اور الٹے قدموں سیڑھیاں اتر آئی۔
اس کے پیچھے کیفے میں کولڈ پلے کی آواز گونج رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

وہ گل خان کو سلام کرتے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی۔ طویل لان جس سے گزر کر اسے بی بی جان کے کوارٹر کی طرف جانا تھا' اس کے وسط میں اس نے امائزہ کو کھڑے دیکھا تھا۔ سفید چوڑی دار پاجامے پر پیازی قمیص پہنے' پیروں میں کولہا پوری چپل پہنے کھڑی امائزہ کو دیکھ کر اس کا دل ایک پل میں مرعوب ہو گیا۔
ایسا ہمیشہ ہوتا تھا۔ اس کے دل و دماغ پر امائزہ کی شخصیت کا ایک عجیب سا رعب چھایا رہتا تھا اور اس کی کوشش رہتی تھی کہ امائزہ سے اس کا سامنا نہ ہو پائے۔ لیکن وہ ایک مختلف دن تھا۔ امائزہ اس کے راستے میں کھڑی تھی اور راستہ بدل کر آگے جانا ناممکن تھا۔ اس نے دل میں یہ فرض کرتے ہوئے کہ اس نے راستے میں کسی کو کھڑے نہیں دیکھا' آنکھیں بند کر کے نکل جانا چاہا۔ لیکن امائزہ شاید اسی کے لیے وہاں کھڑی تھی۔
"امتحان دے رہی ہو نا غالباً' تم؟" اس نے قریب سے گزرتی آبگینہ سے پوچھا تھا۔ آبگینہ نے آنکھیں کھول کر اثبات میں سر ہلایا۔
"فرسٹ ٹائم کا پیپر کتنے بجے ختم ہوتا ہے بھلا؟" وہ کسی ممتحن کی طرح سوال کر رہی تھی۔ آبگینہ نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا اور اس نے کہا تھا کہ اس گھر میں کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا' وہ کب گھر سے نکلتی تھی اور کب واپس آتی تھی۔
"تمہارا ایگزام سینٹر کافی فاصلے پر ہو گا' ہے نا؟" امائزہ نے اس کی خاموشی کو نظرانداز کرتے ہوئے تیسرا سوال کیا تھا۔ "بہت زیادہ چلنا پڑتا ہو گا تمہیں' چچ چچ۔" وہ اظہار افسوس کر رہی تھی۔
"بہت برے ہیں ہم لوگ' تم سے ذرا سی بھی ہمدردی نہیں ہے کسی کو۔ اف" اسے کسی بات پر غصہ تھا یا وہ واقعی آبگینہ کے لیے افسردہ ہو رہی تھی' فوری طور پر اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔
"کتنے پیپر باقی رہ گئے ہیں؟" چوتھا سوال آیا۔ "چلو میں بابا سے کہہ دیتی ہوں' باقی کے پیپرز کے لیے ڈرائیور سے کہہ دیں' تمہیں ڈراپ اور پک کر لیا کرے۔"
آبگینہ نے اس ساری گفتگو کو بالکل بھی نہ سمجھتے ہوئے سر ہلایا اور آگے چل دی تھی۔
اور ہم سب سمجھتے رہے کہ یہ ایک ڈرپوک اور کمزور لڑکی ہے۔ دبو' احمق' بے ضرر اور بے عقل۔ امائزہ نے اسے کوارٹرز کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر سوچا تھا۔ "ایسے ہی لوگ جنہیں ہم توجہ کے قابل بھی نہیں جانتے چپکے سے سینڈھ لگا جاتے ہیں" اس کے اندر وحشت بڑھنے لگی۔ اس لڑکی کے گھر کے اندر داخل ہونے سے پہلے اس نے گیٹ سے باہر جس گاڑی کے ہارن کی ہلکی سی آواز سنی تھی' اسے وہ اچھی طرح پہچانتی تھی۔ اس نے بے یقینی سے سر جھٹکا۔
اس کی نظروں کے سامنے سرونٹ کوارٹرز کی لین سے ہوتا ہوا وہ راستہ گھوم گیا جو مڑ کر رہائشی عمارت کے عقبی حصے کو جاتا تھا اور جہاں لانڈری روم' لانڈری لین' جنریٹر روم اور ایک بڑا سا اسٹور بنا ہوا تھا' اور جہاں بنی سیڑھیاں گھر کی بالائی منزل کو بھی جاتی تھیں تاکہ اگر اوپر چھت پر کوئی کام یا بالکونیوں کی صفائی مقصود ہو تو ورکرز کو رہائشی عمارت سے گزر کر اوپر نہ جانا پڑے۔
"چور راستے' چور دروازے۔" امائزہ سب باتوں پر غور کرتے ہوئے بڑبڑائی تھی۔ "اور مجھے یقین نہیں آرہا سلجوق کہ ان سب کے موجد تم ہو سلجوق۔"

☆ ☆ ☆

"حقیقت تو آپ کے سامنے کھول کر رکھ دی ہے میں نے' آپ اس سے نظریں نہ ملانا چاہیں تو یہ آپ کی مرضی ہے۔ امائزہ کا لہجہ تلخ تھا۔

عالمگیر نے اپنی اس بیٹی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا جس کا چہرا اس کے دل کی حالت کی خبر سنا رہا تھا۔ وہ ذہین تھی اور سمجھ دار بھی۔ بات کی تہہ تک پہنچنے کے لیے اسے کسی لمبی چوڑی تشریح کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ خود انہیں اپنے سے زیادہ امائزہ کے مشاہدے پر بھروسا رہا کرتا تھا' پھر وہ اسے کیسے جھٹلا سکتے تھے۔

"ایسا ہے کہ۔" انہوں نے گلا کھنکھارنے کے بعد کہا "سلجوق تو ایک ایسا محاذ ہے جسے' سر کرنے کی تمنا کسی دیوانے کا خواب ہی ہو سکتا ہے۔"

"آپ بھول گئے ہیں کہ دنیا بھر میں جن فتوحات اور کامیابیوں پر سب سے زیادہ بات کی جاتی ہے ایک وقت میں انہیں دیوانے کا خواب ہی کہا جاتا تھا۔ آپ مجھے ہتھیار پھینک دینے کی ترغیب دینا چاہتے ہیں۔"

وہ ان سے پہلے سے بھی زیادہ ناراض ہو گئی۔

"میرا خیال ہے۔ میں تمہیں ہتھیار اٹھانے سے ہی منع کر دینا چاہتا ہوں" انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ تو میں اٹھا چکی۔" اس نے ان کے لہجے کی سنجیدگی کی پروا نہ کرتے ہوئے کہا۔

"ضروری تو نہیں کہ جو کام غلطی سے شروع کر لیا جائے اسے درمیان میں ہی ختم نہ کیا جا سکے۔" انہوں نے نرمی سے کہا۔

"اسے آپ غلطی کہہ رہے ہیں اس لڑکی کی وجہ سے نا؟" امائزہ نے اس سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا جہاں سرونٹ کوارٹرز تھے۔ "وہ جو......"

"نہیں ہمیں اس کی وجہ سے ایسا نہیں کہہ رہا۔" انہوں نے امائزہ کی بات کاٹی۔ "اس کا معاملہ کیا ہے' یہ میں بعد میں دیکھوں گا' ابھی تو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں۔"

"کیوں اور کیا؟" اس کو دلیل درکار تھی اور اس کے نزدیک ان کی دلیل بودی تھی۔

"نیلوفر۔ ہاہا۔" ان کی بات سن کر اس نے استہزائیہ انداز میں چھت کی طرف دیکھتے ہوئے سر اٹھا کر کہا تھا۔ "آپ کا خیال ہے کہ میں سلجوق کے بارے میں سوچتے ہوئے نیلوفر والے فیکٹر کو نظر انداز کر چکی ہوں گی۔ میں نیلوفر ہی کو یاد دلانا چاہتی ہوں کہ روئے زمین پر سب کچھ ان کی انگلی کے اشارے پر نہیں ہوتا۔ ان کو اپنی بنائی ہوئی دنیا سے باہر نکل آنا چاہیے۔"

"امائزہ!" عالمگیر کے لہجے میں تنبیہہ تھی "میں نہیں جانتا تھا کہ تم کسی کی خاطر اپنی انا کو اس قدر جھکا بھی سکتی ہو۔"

"میری انا کو اگر سلجوق خود چیلنج کرتا نا پایا تو میں ضرور سوچتی۔ یہ تو نیلوفر ہیں جن کا مشغلہ ہی دوسروں کی اناؤں کو توڑنا ہے۔ لیکن اب انہیں سمجھ لینا ہو گا کہ دنیا بدل چکی ہے۔ میڈم گیتی آرا سے سلجوق کے تعلقات دوبارہ استوار ہو جانا ہی ان کے لیے ایک ایسا آئینہ بن جانا چاہیے جس میں وہ اپنا چہرہ دیکھیں تو چھپا لینا چاہیں۔"

عالمگیر کو اس روز امائزہ کے انداز میں وہی طنطنہ نظر آ رہا تھا جو نیلوفر کی شخصیت کا حصہ تھا۔ انہیں پہلی بار اپنی اس بیٹی پر پیار آنے کے بجائے اس سے خوف آنے لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

لیپ ٹاپ کی اسکرین پر الفاظ ظاہر ہوتے اور پھر غائب ہو جاتے تھے۔

When you look at me
I can touch the sky
I know that I am alive

جب تم میری طرف دیکھتی ہو
میں آسمان چھو سکتا ہوں
مجھے لگتا ہے کہ میں زندہ ہوں

وہ محض ایک گانا تھا یا کوئی پیغام۔ اس نے سمجھنا چاہا

تھا۔ لیکن اس کا ذہن کئی خانوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا تھا۔ اسی سہ پہر امائزہ سے ہونے والی اچانک مڈبھیڑ' امائزہ کے سوال' سلجوق اور امائزہ کی دوستی' بے فکری سے بیٹھ کر ان دونوں کی ایک دوسرے سے گفتگو' ان کے ہنستے مسکراتے چہرے فلیش بیک کی طرح ان الفاظ کے ساتھ ساتھ اسے اسکرین پر چلتے نظر آرہے تھے۔

سب سوچیں گڈمڈ ہو رہی تھیں اور اندیشے اور خوف دل میں جگہ بنانے لگے تھے۔

کہیں کچھ تھا جو غلط تھا۔ اس نے ایک بار پھر لیپ ٹاپ اسکرین کی طرف دیکھا۔ جو انگلش گانا سلجوق نے اسے یو ایس بی میں محفوظ کر کے سننے اور دیکھنے کو دیا تھا وہ ایک بار چل کر دوبارہ شروع ہو چکا تھا۔

"اگر میں تمہیں صرف سونگ سننے کو دوں تو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ وہ زبان اور لب و لہجہ جو اس سنگر کا ہے' تمہارے سر پر سے گزر جائے گا اسی لیے میں نے وہ ٹریک منتخب کیا ہے' جس پر" اس میں کہے گئے الفاظ بھی اسکرین پر نظر آئیں گے۔ تم نے یہ سونگ صرف سننا ہی نہیں اسے سمجھنا بھی ہے۔" اس نے یو ایس بی اسے دیتے ہوئے کہا تھا۔

وہ اسے کیا بتانا اور سمجھانا چاہتا تھا وہ اپنے بہت کم درجے کے آئی کیو لیول کے باوجود سمجھ سکتی تھی بلکہ اس روز ہی سمجھ گئی تھی جس روز اس نے پہلی بار جوس کے ڈبے کو کوسا تھا۔ لیکن وہ اپنی سمجھ کو جھٹلا دینا چاہتی تھی۔

اسے نانا کے کہے الفاظ بھی نہیں بھولتے تھے وہ آنگن کے حالات دیکھ کر اس کی طرف ملتفت تو ہوئے تھے لیکن تھے وہ بھی سلجوق کے ہی دادا' جب ہی اس کی بھلائی چاہتے تھے۔ ایسا کہتے ہوئے شاید انہیں بھی یاد نہیں رہا تھا کہ زمینی حقائق کیا تھے۔

اس نے سر جھٹک کر اپنا دھیان قریب رکھی کتاب کی طرف موڑ لیا۔ آخری پرچہ جو صرف دو دن کے بعد ہونے والا تھا' اب اسے سالوں دور نظر آرہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"جہانگیر کی بیوی اور اس کی بیٹی!" انہوں نے عالمگیر کے الفاظ دہرائے "سلجوق نے کبھی ذکر نہیں کیا۔"

"کمال ہے ابا جی۔! وہ گھنٹوں آپ کے پاس بیٹھ کر جاتا ہے' اتنی اہم بات نہیں بتائی اس نے۔" عالمگیر کو سلجوق پر کس بات کا غصہ تھا۔ یہ انہیں خود بھی معلوم نہیں تھا۔

"اچھا۔" وہ سامنے دیکھتے ہوئے کچھ سوچنے لگے۔

"ہم میں سے ہر ایک دوسرے سے منہ کیوں چھپاتا پھرتا ہے بھلا؟" اور پھر اپنا چشمہ درست کرتے ہوئے عالمگیر کی طرف دیکھنے لگے۔ "پھر اب"؟

"پھر اب کیا ابا جی!" عالمگیر نے بگڑے موڈ کے ساتھ کہا "یہ بھی آپ کا ہی فرمان تھا کہ نیلوفر کی دل آزاری نہیں ہونی چاہیے لہٰذا گیتی آرا اور اس کی بیٹی سے کوئی تعلق نہیں رکھا جائے گا۔ آپ کے اس حکم کو کسی اور نے نہیں سلجوق نے ٹالا ہے ابا جی۔"

"ہوگی اس کی کوئی اپنی مصلحت۔" انہوں نے یوں ظاہر کرنے کی کوشش کی جیسے ان پر یہ انکشاف اثر انداز نہ ہوا ہو۔

"مصلحتیں تو پھر ہر کسی کی اپنی تھیں ابا جی! جہانگیر بھائی کی' میری' گیتی آرا کی۔ جب تو آپ نے ان کی اہمیت نہیں سمجھی تھی۔"

"میں نے تو عرصہ ہوا' سب کو ان کی مصلحتوں سمیت آزاد کر رکھا ہے۔ میں تو خود اب شاید زندگی کے دن ہی پورے کر رہا ہوں یار۔۔۔ کوئی ضرورت نہیں میرا دباؤ لینے کی۔" ان کی آواز کپکپانے لگی تھی۔

"آپ ناراض ہو گئے ابا جی!" عالمگیر ان کی طرف بڑھے۔ "میرا مقصد یہ نہیں تھا۔ میں تو صرف آپ کو بتانے آیا تھا کہ۔"

"تم نے بتایا' میں نے سن لیا۔ اب آگے کہو۔" وہ عالمگیر کو ٹال دینا چاہتے تھے۔

"امائزہ سلجوق میں دلچسپی رکھتی ہے ابا جی۔ آپ بڑے ہیں' کچھ اس کے بارے میں اعلان کر دیجیے تو بہت اچھا ہو جائے گا۔" عالمگیر اس وقت صرف ایک باپ تھے۔

"امائزہ اور سلجوق!" انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"کچھ انہونا تو نہیں ہے نا ابا جی۔ آپ بس نیلوفر کو سنبھال لیجیے۔"

کتنی آسانی سے عالمگیر نے انہیں نیلوفر کو سنبھال لینے کا کہا تھا۔ نیلوفر جو خود ان کے سامنے امائزہ کی شخصیت کے بخیے ادھیڑنے کے بعد ایسے کسی امکان کو یکسر مسترد کر چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

"جانتے ہو' سائیکاٹرسٹ نے ماما سے کہا ہے کہ ان کے ساتھ کوئی مسئلہ نہیں ہے اور یہ کہ وہ جو کہتی ہیں کہ انہوں نے کچھ دیکھا ہے تو ٹھیک کہتی ہیں۔" امائزہ نے آئس کریم کا کپ خالی کرتے ہوئے کہا اور سلجوق کے متوقع رد عمل کو کن انکھیوں سے دیکھنے کی کوشش کی۔

"چلو "گڈ!" ہے۔" وہ پرواہ نہ کرتے ہوئے بولا۔ "اب تم بھی انہیں جھٹلانا چھوڑ دو۔"

"میں بھی یہ ہی سوچ رہی ہوں۔" وہ لمبا سانس لیتے ہوئے سیدھی ہوئی "جیسے اگر میں کہوں کہ میڈم کیتی آرا اور ٹرینڈ مٹینگ ڈیزائنو پری وش الکریم کے ساتھ تمہارے تعلقات خاصے دوستانہ ہیں تو تم مجھے جھٹلاتے ہوئے سائیکاٹرسٹ کے پاس جانے کا مشورہ تو نہیں دو گے نا؟" وہ لمحہ بھر کے لیے گڑبڑایا لیکن پھر سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"ہر گز نہیں۔" اس نے امائزہ کی طرف دیکھا۔ "کیونکہ یہ حقیقت ہے' وہم یا الوژن نہیں۔"

"پھر تو وہ جو ماما نے تمہیں سرونٹ کوارٹر جاتے دیکھا' وہ بھی وہم یا الوژن نہیں ہونا چاہیے۔" امائزہ کو سلجوق کے پر اعتماد رد عمل نے چونکا دیا تھا' اس نے بوکھلا کر ایک ادچھا وار کرنے کی کوشش کی۔

"ہوں!" وہ بازو سینے پر باندھ کر اس کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ "کٹہرے میں کھڑا کرنا چاہتی ہو؟"

"نہیں۔۔۔ الوژن اور حقیقت میں تفریق کرنا چاہتی ہوں بس۔" وہ بے نیازی سے بولی تھی۔

"تو پھر ایسا ہے کہ وہ بھی الوژن نہیں تھا۔ تم چچی کو خوامخواہ ہی سائیکاٹرسٹ کے پاس لے گئیں۔" اس نے آگ کے دریا میں پہلی چھلانگ مارتے ہوئے جواب دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

آبگینہ نے اپنی ہتھیلی کی لکیروں کو غور سے دیکھا اور پھر گردن موڑ کر اس شخص کو جس نے چند منٹ ہی پہلے اسے بتایا تھا کہ اسے آبگینہ سے محبت ہو چکی تھی اور وہ اسے اپنی زندگی کی ساتھی بنانا چاہتا تھا۔ اس نے چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔

"تمہیں میری بات بری لگی کیا؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

آبگینہ نے جواب نہیں دیا۔

"بری لگنی تو نہیں چاہیے۔" وہ لاپروائی سے بولا۔ "میں نے بھی برا نہیں مانا تھا جب تم سے مجھے پتا چلا تھا کہ تم مجھے چھپ کر دیکھا کرتی تھیں۔" شاید اسے کوئی بات بھولتی نہیں تھی۔

"میں صرف آپ کو ہی نہیں' امائزہ کو بھی دیکھتی تھی۔" وہ نروٹھے پن سے بولی تھی۔ "امائزہ جو آپ کی پکی سہیلی ہے۔"

"وہ تو ہے۔" وہ اعتراف کرتے ہوئے بولا۔ "وہ میری بہت کلوز فرینڈ ہے' اسی لیے تو میں نے اسے کل ہی تمہارے بارے میں بتایا ہے۔"

"کیا؟" وہ پوری جان سے لرز گئی۔

"وہی جو ابھی تمہیں بتایا ہے۔" وہ پر سکون تھا اور پر اعتماد بھی۔

"جب ہی صبح کوئی ڈرائیور مجھے سینٹر تک لے جانے کے لیے موجود نہیں تھا۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔

"کیا کہا؟" وہ سن نہیں پایا تھا۔

"کچھ نہیں۔" اس نے سر ہلایا۔ "لیکن مجھ میں ایسا کیا نظر آیا آپ کو جو۔۔۔" وہ پوچھتے پوچھتے رک گئی۔ "کہیں آپ مذاق تو نہیں کر رہے؟"

جواب میں وہ اسے بہت تفصیل سے سمجھانے لگا تھا۔

"اب بولو۔۔۔ میرا ساتھ دو گی' مجھے قبول کرو گی؟"

ڈھیر ساری باتیں سنانے کے بعد وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"لیکن میں۔۔" وہ سب سننے اور محسوس کر لینے کے بعد جیسے حقیقت کی دنیا میں واپس آتے ہوئے بے یقینی سے بولی تھی۔

"ایک کمرے کی چار دیواری میں زندگی گزارتی آئی' سرکاری اسکول اور کالج میں پڑھ کر مر مر کر پاس ہونے والی لڑکی اور آپ!" اس نے سلجوق کی طرف دیکھتے ہوئے یوں سر اٹھایا جیسے کسی اونچی عمارت کو دیکھ رہی ہو۔

"کہاں سے لگتا ہے کہ تم ویسی لڑکی ہو جیسی بیان کر رہی ہو۔" وہ نرمی سے مسکرایا۔ "پچھلے کتنے دن تم نے یوٹیوب پر وہ ٹیوٹوریلز زیادہ دیکھے جو میں نے تمہیں بتائے تھے اور اپنے پیپرز کی تیاری کم کی۔ بولو! سچ سچ بتاؤ۔"

آبگینہ نے سر جھکا لیا۔

"خود کو غور سے دیکھو' اپنا تجزیہ کرو' کیا آج تم ویسی ہی دکھائی دیتی ہو جیسی اس روز مسز تہذیب کامران کے آفس میں بیٹھی نظر آ رہی تھیں؟" وہ اعتماد کے ساتھ بولا۔ آبگینہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"اب سمجھ میں آیا میں کیوں کہتا تھا کہ ان ٹیوٹوریلز کی تمہیں ضرورت ہو نہ ہو مجھے ضرورت ہے۔"

وہ دونوں نہ ختم ہونے والی گفتگو میں گم تھے یہ اور بات کہ دونوں کے دلوں میں آگے پیش آنے والے حالات کا خوف کروٹیں بدل رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

آبگینہ کو اس نے چھوٹے چچا کے گھر ڈراپ کیا اور گیت کی طرف جانے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے اپنے گھر واپس آ گیا۔ "آگ کا دریا ہی ہے نا۔ کیوں نہ آج اس میں آگے بڑھ جایا جائے۔" وہ زندگی میں پہلی بار خود نیلوفر کو گھر کے مختلف کمروں میں ڈھونڈ رہا تھا۔

"میڈم گھر پر نہیں ہیں اور جو مہمان آئے ہیں' ان کے ڈنر کے لیے خانساماں کے پاس کوئی ہدایت نامہ نہیں ہے صاحب' کیا کریں۔" شفیق نے نیلوفر کی عدم موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سلجوق سے بے تکلف ہونے کی کوشش کی۔

"کون مہمان؟" وہ چونکا تھا۔

"وہ ادھر جی۔۔۔" شفیق نے نگار خانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ بتانا چاہا' لیکن وہ اس کی مزید سنے بغیر طویل راہداری کی طرف آ گیا۔

بابا اور اماں کی تصویروں کے سامنے بہزاد کھڑا تھا۔

☆ ☆ ☆

"بات بہت ہی افسوس ناک ہے ابا جی۔ آپ سے کہنے کی ہمت نہیں ہو رہی' لیکن سوچتی ہوں' عالمگیر خود تو شاید کبھی آپ سے یہ بات نہ کریں گے۔" عفت اپنے سسر کے سامنے مودب بیٹھی کہہ رہی تھیں۔

"چلو تم کر لو بات' ویسے بھی بہت اہم باتیں مجھ سے ہمیشہ تم ہی تو کیا کرتی ہو۔" انہوں نے جواب دیا تھا۔

"بات یہ ہے ابا جی کہ آپ ٹھیک کہتے تھے' آپ کی نظر بہت آگے تک دیکھ رہی تھی۔ عالمگیر ہی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ماں باپ کی باتوں کو مان لینے میں کیا حکمت پوشیدہ ہے۔" عفت کو لمبی تمہید باندھنے کی عادت تھی۔

"اچھا۔۔۔ جبکہ میرا خیال ہے کہ میں خاصا کوتاہ بین واقع ہوا ہوں۔" انہوں نے اچنبھے کا اظہار کیا۔

"چھوڑیں ابا جی! آپ کہاں۔ کوتاہ بین تو عالمگیر ہیں۔ آپ کی حکمت کو نہ سمجھ سکے کہ مہر النساء جیسی بیٹی کی بچی کو عمر بھر دودھ بھی پلاتے رہیں گے تب بھی وقت آنے پر وہ انہیں ڈسنے سے باز نہیں آئے گی۔" عفت اصل بات کی طرف آئیں۔

"اوہ!" انہوں نے سر ہلایا۔ "مطلب تم لوگوں نے اس بچی کو خوب دودھ ہی پر پالا عمر بھر۔"

"نہیں ابا جی۔۔۔ میں تو محاورتاً کہہ رہی ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ جیسی ماں ویسی بیٹی۔ مہر النساء آپ کی سگی نہیں بن پائی اور یہ آبگینہ جسے عالمگیر نے آپ کی مخالفت کے باوجود سہارا دیا' عالمگیر ہی کی عزت خراب

کرنے پر تل چکی ہے۔"
"وہ کیسے؟" وہ بری طرح چونکے۔
"اب آپ سے کیا چھپاؤں ابا جی۔ ہمیشہ کی طرح آپ کے سامنے آنے سے تو ہم نے اسے روک رکھا تھا کہ کہیں آپ کو جلال نہ آجائے' لیکن ویسے اس پر نظر نہیں رکھ پائے اور اس نے سلجوق کو کہیں بالا ہی بالا اپنے دام میں پھنسالیا۔"
"اووہ۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوگئے۔
"آگ کے دریا میں تیراکی تو لگتا ہے اوپن شو بن چکی ہے بغیر دعوت نامے یا ٹکٹوں کے ہی کراوڈ جمع ہوگیا اس معرکے کو دیکھنے کے لیے۔" آہستہ قدموں سے ادھر سے ادھر چکر لگاتے ہوئے وہ سوچ رہے تھے اور عفت پریشان نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔
"منع بھی کیا تھا عالمگیر نے ابا جی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ میں بھی بہت بے صبری ہوں۔ ائرہ کی خاطر اس آنگن کا پتا کٹوانے ابا جی کے پاس پہنچ گئی۔ لگتا ہے ابا جی کو تو جلال آگیا ہے۔" انہوں نے ڈرتے ڈرتے ان کی طرف دیکھا۔ "ہائے... اب کیا کروں۔"

☼ ☼ ☼

"میں صبح گیارہ بجے سے آیا ہوا ہوں۔" بہزاد اسے بتا رہا تھا۔ "پہلے ہمایوں بھائی کے دوست کے گھر چلا گیا' شام کو ادھر آیا ہوں۔"
"بتایا کیوں نہیں۔ مجھے فون تو کردیا ہوتا۔" سلجوق اچانک بہزاد کو اپنے سامنے دیکھ کر حیران تھا۔
"اس لیے کہ میں بتانا چاہتا نہیں تھا۔" بہزاد کے لہجے میں افسردگی تھی۔ "میں جاننا چاہتا تھا کہ گھر کی دیواروں اور چھتوں کے حصار میں سمٹی تنہائی اور سرد مہری کے ساتھ انسان زیادہ سے زیادہ کتنا وقت گزار سکتا ہے۔"
"پھر؟" سلجوق نے بیڈ پر بیٹھ کر جوتے اتارتے ہوئے پوچھا۔
"پھر یہ کہ مسلسل ان دونوں کے ساتھ وقت گزارنے کا حوصلہ کرنے کے لیے انسان کو نیلوفر ہونا پڑتا ہے۔" بہزاد گھر آکر بھی اداس نظر آرہا تھا۔
"کوئی نئی بات ہو تو کریں۔" اس نے جوتے اور موزے اٹھا کر شو ریک میں رکھے۔ "نیلوفر کی ہیئت ترکیبی پر تو ہم کئی بار پہلے بھی بات کرچکے ہیں تنہائی اور سرد مہری۔" اس نے دہرایا اور ہلکا سا مسکرادیا۔
"میں سوچ رہا تھا کہ اس کروڑوں کی آبادی والے ملک کے لوگوں کے مسائل اور پریشانیوں کا تجزیہ کیا جائے تو کم ہی ایسے گھرانے نکلیں گے جن کے پاس کسی چیز کی کمی نہ ہو' بس' وہ اپنی اپنی نفسیات کے ہاتھوں گھر کو خالی درودیوار کے کمروں کا ایک مجموعہ بنائے بیٹھے ہوں۔" بہزاد نے سلجوق کی طرف دیکھا۔
"ایسے گھروں میں سے ایک گھر ہمارا بھی ہوگا۔"
"کیا بات ہے؟" سلجوق' بہزاد کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ "چھٹیاں گزارنے آئے ہیں یا اداس ہونے۔"
"پتا نہیں یار!" بہزاد نے سر ہلایا۔ "کیوں اس بار خود کو چاہ کر بھی نہ روک سکا جبکہ جانتا بھی تھا کہ یہاں پہنچ کر وحشت اور بھی بڑھ جائے گی۔ یہاں سب کچھ ویسا ہی ملے گا' کچھ بھی نیا نہیں ہوگا۔"
"نہیں۔" سلجوق نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "میں وحشت بڑھنے نہیں دوں گا۔ میرے پاس ہے کچھ نیا۔" اس نے بہزاد کو یقین دلایا۔
ٹھیک پندرہ منٹ بعد وہ دونوں سلجوق کی گاڑی میں بیٹھے گیت کے گھر کی طرف جارہے تھے۔

☼ ☼ ☼

گیت نے بہزاد کا سر اپنے شانے پر ٹکایا اور اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے یاد دلایا۔
"تمہیں اوٹس سے بنے وہ بسکٹ یاد ہیں جو تم اوون سے گرم گرم نکلتے ہی کھالینا چاہا کرتے تھے کیونکہ تمہیں لگتا تھا ٹھنڈے ہوکر وہ سخت ہوجائیں گے اور تمہیں پسند نہیں آئیں گے۔"
"مجھے وہ سوئس رول بھی یاد ہے جو آپ سے بہتر دنیا کا کوئی بھی بیکر نہیں بنا سکتا۔" بہزاد نے آنکھوں میں

اتری نمی کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز بھاری تھی اور چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔

ان دونوں کو یوں بات کرتے دیکھتے ہوئے لحہ بھر کے لیے سامنے بیٹھے سلجوق اور پری نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ دونوں کو ایک دوسرے کی آنکھیں بھی نم محسوس ہوئیں۔

"اور وہ ٹشو پیپر جو آپ نے کسی کو آنسو خشک کرنے کے لیے پیش کیا تھا۔" کمرے میں سلجوق کی آواز گونجی۔ بہزاد دفعتاً "سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ سلجوق نے گردن موڑ کر پری کی طرف دیکھا جو ٹھٹھک کر سلجوق ہی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے گیت نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ وہ بات ہے گیت! جو کبھی کسی نے سنائی نہ کسی نے سنی۔ لیکن کچھ میرے جیسے بھی ہوتے ہیں' ان کہی سن لینے والے۔"

سلجوق نے کھنکتی ہوئی آواز میں کہا تھا۔ ہوا میں چھوڑا اس کا تیر نشانے پر لگا تھا۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ پرعزم ہوا۔ آگ کے اس دریا کا کنارا ڈھونڈ کر ہی رہے گا۔

☼ ☼ ☼

اس کا دل بے چین تھا اور مضطرب بھی۔ پچھلے ایک گھنٹے سے وہ اپنے کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلتے اپنی ٹانگیں تھکا رہی تھی۔

امائزہ عالمگیر کی زندگی میں کبھی کوئی ایسا میدان نہیں آیا تھا جس میں سے وہ سرخرو ہو کر نہ نکلی تھی۔ اسے اس بار بھی اپنی ناکامی کا کوئی اندیشہ نہیں تھا' مگر کہیں دل کے اندر اٹھتی وہ ایک انجانی سی کسک تھی جو اسے چین نہیں لینے دے رہی تھی۔ وہ بے قرار تھی' مضطرب تھی اور ناخوش بھی۔ اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آئی اب وہ اپنے بھائی ذوالکفل کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"جانتی ہوں تم لوگ اب بڑے ہو گئے ہو۔ آزاد اور انڈیپینڈنٹ۔ اپنی اپنی زندگیاں اپنے ڈھنگ سے گزارنے کا حق مل چکا ہے تمہیں۔ اب کون نیلوفر اور کہاں کی نیلوفر۔" کھانے کی میز پر نیلوفر نے سخت لہجے میں کہا تھا۔

"نہ کوئی مجھے اپنے آنے کی اطلاع دینا گوارا کرتا ہے نہ ہی کہیں جانے کی۔" اس نے شعلہ بار نظروں سے بہزاد کی طرف دیکھا "اور اب اسے بھی ترغیب دو گے کہ یہ بھی جو تھوڑا بہت میرے ساتھ رہتا ہے اسے ترک کر کے تمہارے ساتھ اڑ جائے۔" اس نے سلجوق کی طرف دیکھا۔

"چلے جاؤ سب مجھے چھوڑ کر۔ مگر اس بھول میں کبھی نہ رہنا کہ ایسا کر کے تم لوگ نیلوفر کو توڑ دو گے۔ ذرا باہر نکل کر دیکھو' دنیا میں نیلوفر کو لوگ کیسے یاد کرتے ہیں۔ علم' ذہانت' عزم اور حوصلے کی مثال دینا ہو' تاریخ' زبان اور ثقافت پر تحقیق کرنی ہو تو سب ایک ہی نام لیں گے۔ تمہیں ایک ہی پتا تھما میں گے 'نیلوفر کا پتا۔"

نیلوفر پر فرسٹریشن کا وہ دورہ پڑ چکا تھا' جس سے گھبرا کر آج تک اس سے جڑا ہر رشتہ اپنے جذبات کی قربانی دیتا چلا آیا تھا۔

"آپ جانتی ہیں نیلوفر! میں اور بہزاد اس راستے کے مسافر ہی نہیں ہیں جہاں آپ نے جھنڈے گاڑ رکھے ہیں۔" سلجوق نے خود کو پرسکون لہجے میں کہتے سنا تھا۔ "ہمیں عزم' حوصلے' تاریخ' زبان' ثقافت' علم اور ذہانت کی کسی داستان میں دلچسپی نہیں۔" نیلوفر نے وحشت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ نیلوفر کی شناخت ریجیکٹ کر رہا تھا۔ اس کا دل بند ہونے لگا۔

"ہاں' لیکن ہمیں اس نیلوفر کا پتا ضرور درکار ہے' جو ہماری بہن ہے' بڑی بہن۔ اور جسے ہم مسز نیلوفر ہمایوں کے نام سے جانتے ہیں۔" سلجوق نے بہزاد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"پلیز بتا دیجئے کہ یہ پتا بتانے والے "راہ نما" کہاں ملتے ہیں؟" اس نے آگ کے دریا میں آگے بڑھتے ہوئے ہاتھ پیر چلائے تھے۔

☆ ☆ ☆

"تم بھی خود کو واچ کرنے کے بجائے دوسروں کی پہرے داری کرنے لگی ہو امائزہ۔" ذوالکفل نے حیرت سے اپنی بہن کی طرف دیکھا تھا جو اس کے پاس اپنا دل ہلکا کرنے آئی تھی۔

"کم آن یار.... تم جیسی اسپورٹس مین اسپرٹ رکھنے والی لڑکی سے تو مجھے یہ توقع بالکل بھی نہیں تھی کہ بچوں کی طرح سب سے بڑی والی ٹرافی ہی لینی ہے جیسی ضد میں پڑ جاؤ گی۔" اس نے امائزہ کی طرف دیکھا۔ اسے اس جواب کی بالکل بھی توقع نہیں تھی اس کو یوں ششدر بیٹھے دیکھ کر وہ زور سے ہنس دیا۔

"کیا یار!" اس نے سر جھٹکا۔ "سلجوق ایک امپاسبل ٹاسک ہرگز نہیں ہے۔ تمہارے پاس وہ زور اور زبردستی یقیناً "موجود ہے" جس کے سر پر تم اس بڑی والی ٹرافی کو جیت لوگی، لیکن اس کے بعد کیا ہوگا، تم ایک گلٹ کا شکار رہوگی کہ تمہاری مدمقابل کمزور تھی، اس لیے تم نے اس سے ٹرافی اچک لی۔ اس دکھ کا کیا کروگی جو تمہیں اس خیال سے رلاتا رہے گا کہ سلجوق کا انتخاب تم نہیں وہ معمولی سی لڑکی تھی۔ محبت چھینی جاسکتی ہے میری بہن.... زبردستی اپنی نہیں بنائی جاسکتی۔ انا کی قیمت پر کیے سودے کبھی بھی منافع بخش ثابت نہیں ہوتے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنی زندگی کو "نیلوفر اور ہمایوں" نامی ڈرامے کا سیزن ٹو بنا بیٹھو۔"

ذوالکفل کے لفظوں میں سچائی تھی اور لہجے میں خلوص۔

امائزہ کو اپنا وجود کسی جادو کے اثر سے باہر نکلتا محسوس ہونے لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

گیت نے کتنے سالوں کے بعد اس گھر کے اندر قدم رکھا تھا یہ انہیں ٹھیک سے یاد نہیں تھا، لیکن وہ اس گھر اور اس کے مکینوں سے منسلک رہنا چاہتی تھیں یہ انہیں بہت اچھی طرح یاد تھا۔ آخری بار جب وہ اس گھر میں ایک ڈنر اٹینڈ کرنے گئی تھیں انہیں معلوم نہیں تھا کہ اگلی بار سالوں بعد وہ اس ذوالکفل کی دعوت پر وہاں آئیں گی جو اس آخری بار کے وقت میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا۔ چینی گلابوں کی بیلوں سے ڈھکی دیواروں والا وہ گھر انہیں پہلے بھی بہت اچھا لگتا تھا اور اس روز بھی اتنا ہی اچھا لگ رہا تھا کیونکہ وہ جہانگیر کے بھائی عالمگیر کا گھر تھا۔

"میں بہت سے اساتذہ کی شاگرد رہ چکی ہوں میم! لیکن مجھے اعتراف ہے کہ آپ سے بہتر استاد مجھے کوئی اور نہیں ملا۔ آپ صرف ایک ہیں 'ایک منفرد رول ماڈل' ورسٹائل...." امائزہ عالمگیر انہیں تازہ جوس کا گلاس پیش کرتے ہوئے پورے دل کے ساتھ اعتراف کررہی تھی۔

"اور سلجوق کہتا تھا اسے اس لڑکی کی طرف سے بڑے فساد کا خطرہ ہے۔" وہ جوس کے گھونٹ بھرتی سوچ رہی تھیں۔ "یہ تو اتنی بے ضرر اور خوش مزاج نظر آرہی ہے۔ کون کہتا ہے کہ یہ نیلوفر کا سیکنڈ ایڈیشن ہے۔ اس کی چاچا تا کالی۔"

"اور پری وش آپ!" امائزہ پری کے قریب جاکر بیٹھی تھی۔ "آپ جانتی ہیں کہ آپ میری پسندیدہ ترین ڈیزائنر ہیں۔ میں ہر وہ سیٹ اپ خاص طور پر جاکر دیکھتی ہوں جو آپ نے ڈیزائن کیا ہو۔ ایف ٹین میں وہ کیفے جو رینوویٹ ہورہا ہے آج کل اس کا انٹیریئر آپ کررہی ہیں نا۔" وہ پوچھ رہی تھی۔

"آگ کے دریا کی یہ وہیل تو ٹراؤٹ نظر آتی ہے۔" سامنے بیٹھے سلجوق نے حیرت سے سوچا۔ کرسٹل کلیئر پانیوں میں پلی۔ صاف اور خوشنما۔" اس نے شانے اچکائے اور اپنا جوس کا گلاس لے کر سرونٹ کوارٹرز کی طرف چل دیا۔ بی بی جان کا وہ کوارٹر جس میں اس کی دنیا آباد تھی۔

"شہزاد! آپ کو بھی ادھر جانا ہے تو ضرور جائیں۔" ذوالکفل نے سلجوق کو اس سمت جاتے دیکھتے ہوئے

بہزاد کو مخاطب کیا۔ "میں آبگینہ کو بہت زیادہ نہیں جانتا، لیکن یقیناً" وہ جانے جانے کے قابل ہوگی کیونکہ میں سلجوق کو جانتا ہوں۔"

"ضرور!" بہزاد اپنی جگہ سے اٹھا اور پری وش کی طرف دیکھنے لگا۔ "آپ میرے ساتھ چلیں گی آبگینہ سے ملنے۔" وہ پوچھ رہا تھا۔

اور ان سب سے خاصے فاصلے پر کھڑی عفت اس منظر کو دیکھے چلے جا رہی تھیں۔ ان ہی کے گھر کے لان میں وہ "ہائی ٹی پارٹی" منائی جا رہی تھی اور ان ہی کو اس کا علم نہیں تھا۔ برسوں بعد گیت اور اس کی بیٹی کو سلجوق اور بہزاد کے ساتھ وہاں بیٹھے اور اپنے دونوں بچوں کو ان کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف دیکھ کر ان کے دل پر کیا قیامت گزر رہی تھی یہ وہی جانتی تھیں۔

"اس امائزہ کی خاطر میں کہاں کہاں اور کیسے کیسے پاپڑ بیل رہی ہوں اور یہ۔"

انہوں نے تلملا کر دیکھا تھا۔ انہیں اپنے بچوں کی روشن خیالی اور مثبت سوچ کی علم برداری پر رہ رہ کر طیش آرہا تھا۔ وہ پیر پٹختے ہوئے مڑیں اور اندر چلی گئیں۔

☆ ☆ ☆

آرام کرسی آگے پیچھے جھول رہی تھی اور اس کے ساتھ اس پر بیٹھی نیلوفر بھی، جس کی آنکھوں کی پتلیاں سکڑی ہوئی تھیں اور نظریں خلا میں کسی ایک نکتے پر جمی ہوئی تھیں۔

"سلجوق گیتی آرا سے جاملا اور مجھے خبر نہیں ہوئی۔ شاید وہ بھول گیا کہ میرے ساتھ رہتے ہوئے، میرا بھائی ہوتے ہوئے وہ اس تعلق کو کتنا بھی آگے بڑھالے، اسے واپس میری ہی طرف آنا ہوگا۔ اس کے دل میں تپش بڑھنے لگی۔

"میں تو وہ ہوں جس کے قبضے سے دور دیس جابھاگا۔ ہمایوں بھی خود کو آج تک چھڑا نہ سکا۔ بہزاد کے دل پر آج بھی میری ناراضی کا خوف طاری ہے۔ پھر سلجوق کی کیا بساط کہ مجھ سے بغاوت کر ڈالے۔ خوب گیتی آرا! تم نے ایک بار پھر ڈول ڈالا ہے۔ اس بار شاید پہلے سے زیادہ سوچ سمجھ کر، زیادہ بہتر منصوبہ بنا کر، لیکن شطرنج کی جن چالوں سے میں واقف ہوں تم تو وہ سوچ بھی نہیں سکتیں۔"

وہ جل رہی تھی، تڑپ رہی تھی اور آرام کرسی کے آگے پیچھے جھولنے کی رفتار دم بہ دم تیز ہو رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"بس طے ہوگیا۔" نانا آبگینہ کے سامنے بیٹھے کہہ رہے تھے۔ "عالمگیر! میں تم سے سلجوق کے لیے مہرالنساء کی بیٹی کا رشتہ مانگ رہا ہوں۔ بولو دیتے ہو یا نہیں؟"

"گن پوائنٹ پر دادا!" ذوالکفل نے حیرت سے دیکھا۔ "آپ تو ایسے بول رہے ہیں جیسے بابا کی گردن پر چھری رکھ کر کہہ رہے ہوں، میری بات مانو یا اس طرف دیکھ لو جس طرف چھری کی دھار ہے۔ سوال کیجیے۔ لجاجت سے، عاجزی سے۔" اس نے سر جھکا۔

"تمہیں خبر نہیں کہ مجھے کتنی جلدی ہے۔ میرا پوتا خطروں کا شوقین کھلاڑی بنا بیٹھا ہے۔ اس سے پہلے کہ آگ کے دریا کی لہریں تلاطم خیز ہونے لگیں، مجھے اسے فائر پروف کشتی میں سوار کرانا ہے احمق لڑکے!" دادا نے ذوالکفل کو ڈپٹا۔

"کہاں تو آپ اس کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے اباجی! اور کہاں..." عفت نے اپنی نشست پر بے چینی سے پہلو بدلا۔

"احمق تھا میں گدھا تھا۔" ان کی آواز بلند ہوئی۔ "رشتوں اور محبتوں کا گلا گھونٹ کر خود کو فاتح سمجھنے والا احمق، انا اور خود پرستی کے دام میں پھنسا گدھا۔"

"بس بس طے ہوگیا۔" کمرے کے ایک کونے سے امائزہ کی مسرت جھلکاتی آواز سنائی دی۔ "میری اگلی ڈاکومینٹری کا ٹائٹل

The brighter side of newly emerging positive thought

اور اس میں صرف آپ بات کرتے دکھائی دیں گے دادا۔ اپنی زندگی کی کہانی سناتے' اپنے ماضی سے اپنے حال تک۔"

"تم چپ رہو۔" ذوالکفل نے اسے گھورا اور دادا کی طرف دیکھنے لگا۔ "آپ بھلا کیا کہہ رہے تھے دادا... آگے بولیے۔ بلکہ بابا! اب آپ کی باری ہے۔" اس نے عالمگیر کی طرف دیکھا۔

✲ ✲ ✲

آبگینہ نے اپنے قدموں کے قریب رکھے اپنے اس مختصر سامان پر نظر ڈالی جو اس نے کوارٹر سے اٹھ کر چھوٹے ماموں کے گھر کے ایک کمرے تک جانے کے لیے باندھا تھا۔

"چلو آبگینہ! ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔" تھوڑی دیر بعد بی جان کے کوارٹر کے دروازے سے دو چہرے اندر جھانکتے ہوئے کہہ رہے تھے اور یہ دو چہرے ذوالکفل اور امائزہ کے تھے۔

وہ آپا مسرت النساء کے اسکول کی نوکری کا خیال وہیں چھوڑ کر ان دونوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

✲ ✲ ✲

"بہزاد کے دادا نے مجھ سے کہا ہے کہ تمہاری شادی بہزاد سے کردوں۔" گیت نے اپنے کام میں مصروف پری سے کہا۔ "میں نے سوچا تم سے پوچھ لوں کر لوگی بلیو ڈینیوب کا سامنا۔"

"آپ کو پتا ہے "نیلوفر" ایک سائیکلون (طوفان) کا نام ہے۔" پری نے پلان بک پر سے نظر اٹھا کر دیکھا۔ "اور میری کشتی کے چپو کمزور ہیں اور سال خوردہ بھی۔"

"سوچ لو!" گیت نے لاپروائی سے کہا۔ "یا پھر اپنے فون سے وہ تصویر ڈیلیٹ کردو جسے حرز جاں بنا رکھا ہے۔"

پری نے چونک کر گیت کی طرف دیکھا۔ کتنے سال اس نے اس بات کو راز بنائے رکھنے میں گزار دیے

"ویسے بہزاد کی وہ تصویر کچھ خاص اچھی نہیں۔" گیت نے منہ بناتے ہوئے دیکھا۔

"وہ خود زیادہ اچھا دکھتا ہے۔ میرا خیال ہے اس گھر سے نکالے جانے کی سراسیمگی کے دوران تمہارے ہاتھ جو بھی تصویر لگی تم نے اٹھالی اور پھر اپنے فون میں محفوظ کرلی۔ ہے نا۔" انہوں نے اس سے تصدیق کرنا چاہی جو بت بنی بیٹھی ان کی طرف دیکھے چلی جارہی تھی۔

✲ ✲ ✲

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ تم یوں چھوٹے چچا کے گھر میں اس طرح بیٹھی ملو گی جیسا میں تمہارے لیے چاہتا تھا۔" سلجوق نے سرخوشی کے عالم میں آبگینہ کی طرف دیکھا "وہی امائزہ اور ذوالکفل جنہیں ہمیشہ تم سے دور رہنے کا سبق پڑھایا جاتا رہا' وہ خود تمہیں یہاں لے کر آئیں گے۔"

"وہ دونوں کل شام سے معافی مانگ رہے ہیں۔ ان زیادتیوں کی جو دانستہ یا نادانستہ ان سے سرزد ہوئیں۔" آبگینہ نے بچوں کی سی مسرت کے ساتھ اسے بتایا اور وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی' وہ دونوں پیدائشی چیمپئن ہیں۔ دونوں نے انا کا ایورسٹ بھی سر کرلیا۔ دونوں ہی بہت بڑے اعزاز کے مستحق ہیں۔" اس نے کہا۔

"اور ان سب خوش کن تبدیلیوں کا کارن آپ ہیں۔ سلجوق جہانگیر۔" آبگینہ مسکرائی تھی۔

"میں نہیں۔ جوس کا وہ ڈبہ۔" سلجوق نے سنجیدگی سے سرہلایا اور وہ دونوں ایک ساتھ ہنس دیے۔

✲ ✲ ✲

اس کے خاموش' تنہا اور سرد مزاج گھر میں دو دلہنیں ایک ساتھ اتری تھیں۔ وہ دونوں دلہنیں تنہا نہیں تھیں ان کے ساتھ اس کا پورا خاندان تھا۔ نیلوفر

نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس لشکر کو دیکھا تھا اور لڑکھڑا گئی تھی۔ ان میں سے کسی کو بھی اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔

وہ ذہین تھی' باعلم تھی' باخبر بھی۔ عنوان دیکھ کر پوری کہانی سمجھ جانے والی خاتون' اسی لیے لمحہ بھر میں سب سمجھ گئی تھی جب ہی تو کچھ کہے سنے بغیر تیز قدموں سے چلتی اپنے کمرے کی طرف گئی تھی اور اس وقت سے اب تک اس کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ وہ سب گھر کے لاؤنج میں اپنی اپنی جگہوں پر سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے نہیں ملا رہا تھا۔

مگر وہ سلجوق تھا جس نے طویل انتظار کے بعد باری باری ان سب کی طرف دیکھا تھا۔ آگ کے دریا کا کنارا تو صاف سامنے نظر آنے لگا تھا' بس اب دو چار ہاتھ پیر ہی مارنے تھے۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور تھوک نگلتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

"رکو!" چھڑی کی نوک فرش سے ٹکراتے دادا نے اسے اٹھتے دیکھ کر کہا۔ "میں جاؤں گا خود اس سے بات کرنے قرض تو سارے میرے سر پر ہیں جو مجھے ہی ادا کرنے ہیں۔"

"لیکن دادا۔ وہ کچھ بھی کہہ دیں گی۔ ان کا کیا پتا۔" سلجوق نے روکنا چاہا۔

"اسے کچھ بھی کہہ دینے کی اسٹیج تک لانے میں بھی میرا ہی سب سے بڑا کردار ہے۔ اس سے کیسے اور کیا بات کرنی ہے۔ میں ہی جانتا ہوں' مجھے جانے دو۔" وہ نیلوفر کے کمرے کی طرف چل دیے۔ "تم لوگ ریلیکس ہو جاؤ' ہنسو کھیلو' باتیں کرو۔"

انہوں نے جاتے جاتے ان سب کی طرف دیکھا۔ مگر وہ سب فق چہروں کے ساتھ انہیں جاتے دیکھ رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

"ان دونوں نے تم سے بغاوت نہیں کی صرف اپنے اپنے گھر بسائے ہیں نیلوفر! ایک خوشگوار پرسکون زندگی پر ان کا حق ہے۔ اس خوشی کو ان کے لیے عمر بھر کا پچھتاوا مت بناؤ۔"

انہوں نے نیلوفر سے کہا تھا۔ وہ شہر کے بہترین اسپتال کے پرائیویٹ پیشنٹ روم میں نیلوفر کے بیڈ کے قریب بیٹھے تھے۔ نیلوفر اس اسپتال میں نروس بریک ڈاؤن کے نتیجے میں لائی گئی تھیں۔

"میرا ہاتھ چھوڑ دیں دادا۔" اس نے ان کے ہاتھ کی گرفت میں دبا اپنا ہاتھ نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نے ان دونوں کو شہ دی۔ ورنہ میں تو سلجوق اور گیتی آرا کا انتظام کر ہی چکی تھی۔"

"ہاں یہ نکاح میرے ہی ایما پر ہوئے۔" انہوں نے نیچی آواز میں کہا۔ "تمہیں اس لیے بے خبر رکھا گیا کہ دونوں لڑکے تمہارے سامنے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ یہی نروس بریک ڈاؤن اس صورت میں انہیں ان کی خوشیوں سے ہمیشہ کے لیے دست بردار کرا دیتا۔"

"تو اب کیا فرق پڑ گیا۔" وہ دانت پیس کر بولی۔ "بابا نے بھی تو گیتی آرا سے نکاح ہی کیا تھا نا۔"

"دھمکیاں مت دو نیلوفر۔" وہ اس ڈھٹائی پر تلملا ہی اٹھے تھے۔ "بہتر ہے' اب اپنی آنکھیں کھول لو۔ دنیا بدل چکی ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ اس حصار سے باہر نکل آؤ۔ ایسا نہ ہو کہ بالکل تنہا رہ جاؤ۔ کیوں اپنا سر بلند رکھنے کی کوشش میں اپنی جان گنوا دینا چاہتی ہو نیلوفر۔"

انہوں نے دکھ کے ساتھ کہا۔

"ارے تم تو تاریخ کی ماہر ہو۔ یاد کرو' ان سب لوگوں کو جو اپنے تئیں کسی مقصد کا علم بلند رکھنے کی خاطر دار پر چڑھ گئے۔ وہ تمہارے سپر ہیروز۔ آج تجزیہ کرو تو پتا چلے گا کہ دنیا تو آگے بڑھ چکی' ان میں سے چند ایک کے سوا باقی سب تاریخ کی گرد میں اٹ گئے۔ اب تو سال میں شاید ہی ایک بار ان میں سے کسی کا دن منایا جاتا ہو' وہ بھی ان کے لیے دعا کرنے کے لیے' صرف ان کی یاد میں شمعیں جلانے کے لیے۔" نیلوفر نے آنکھیں بند کر لیں۔

"پھر وہ تو اجتماعی مقصد کی خاطر سولیوں پر چڑھے تھے۔

تم کیوں خود کو پھانسی چڑھا دینا چاہتی ہو۔ ذاتی انا کا علم بلند رکھنے کی خاطر دار پر چڑھنے والوں کی یاد میں کوئی شمع روشن نہیں ہوتی' یاد رکھنا۔ ناحق جان گنواؤ گی۔"

"آپ چلے جائیں دادا! مجھے تنہا چھوڑ دیں۔ جائیں اور ان سب کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی تھی۔ "وہ گیتی آرا جس نے مجھ سے میرے باپ کے بعد میرے بھائی بھی چھین لیے بے نام باپوں کی بیٹیاں ان کے ساتھ بیاہ دیں جس نے آپ کو' میرے اپنے دادا کو مجھ سے چھین لیا۔ آج آپ سب ایک طرف کھڑے ہیں اور میں دیوار کے ساتھ لگ چکی ہوں۔ جائیے اس سے کہہ دیجیے اس کو اس کی جیت مبارک۔ میں اب مرجانا چاہتی ہوں۔" وہ ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود چلائی تھی۔

"ڈرامے بازیاں بند کرو نیلوفر! میں نے تمہیں بتایا تو ہے اموشنل بلیک میلنگ کا زمانہ گزر چکا۔" وہ ڈپٹ کر بولے۔ "ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں۔ باہر کھڑے سب لوگوں کو تمہارا پیغام بھی پہنچا دیتا ہوں' سب اپنی اپنی منزلوں تک پہنچ جائیں گے لیکن تم۔" وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"تم یکسر تنہا ہو جاؤ گی۔ کیا کرو گی پھر۔ کتنی دیر اور سروائیو کر سکو گی۔ سکندر اعظموں' پورس کے ہاتھیوں' لکشمن کی بانسریوں اور لنکا کے بھکشوؤں کے قصوں کے ساتھ بھلا بتاؤ انسانی رشتوں اور تعلقات' محبتوں اور چاہتوں کے بغیر بھی کبھی یہ باتیں اچھی لگ سکتی ہیں۔

"انسانی رشتے' تعلقات' محبتیں اور چاہتیں۔" وہ سرپٹک کر بولی تھی۔ "کہاں ہیں' کدھر ہیں رشتے اور محبتیں۔" اس نے ان کی طرف دیکھا۔ "وہ تو شاید تب بھی میرے نہیں تھے جب ان کا احساس میرے پاس تھا۔ آپ میرے دادا۔ جو ہمیشہ میری تسلی اور ڈھال بنے رہے۔ میرے دونوں بھائی جن کو میں نے اپنے ہاتھوں میں جوان کیا۔ آج کہاں ہیں آپ سب۔ مجھے نظر کیوں نہیں آرہے۔ کیوں گیتی آرا کی گود میں بیٹھ گئے آپ تینوں۔" اس کی آنکھوں کو انہوں نے پہلی بار بھیگتے دیکھا تھا۔ ان کا دل پگھلنے لگا۔ لیکن انہوں نے خود کو سنبھالا۔

"کوئی نہیں ہے میرا' کوئی ایسا جو مجھ سے میری خامیوں سمیت محبت کر سکے' جو میری ذات سے سمجھوتا کر سکے۔" نیلوفر نے ان کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا لیا تھا۔ کہ لوہا گرم ہو چکا ہے اس نے آخری چوٹ لگائی تھی۔

"کس نے کہا' کوئی ایسا نہیں ہے۔" دادا ذرا سا بھی متاثر نہ ہوئے تھے۔ "ہمایوں کو بھول گئیں تم۔ کیوں ابھی تک تم سے تعلق جوڑے بیٹھا ہے۔ اور تمہاری بیماری کا سن کر راتوں رات ٹکٹ کٹا کر وہاں سے بھاگا چلا آیا ہے۔"

انہوں نے اسے احساس دلانے کی کوشش کی۔

"قدر کرو اس کی' قدر کرو زندگی کی جس کی خوشیوں پر تمہارا بھی حق ہے اور ان سب کا بھی جو باہر کھڑے تمہاری خاطر اپنی خوشیوں سے دست بردار ہو جانے کے لیے بھی تیار ہیں۔ آزاد کرو خود کو بھی اور انہیں

بھی۔" انہوں نے اپنی تقریر کا آخری حصہ بھاڑا اور ڈرتے ڈرتے نیلوفر کی طرف دیکھا۔

"ہمایوں واقعی میری بیماری کی خبر سن کر دوڑا چلا آیا۔" وہ ان سے پوچھ رہی تھی۔ "ابھی بھی میں اس کے لیے۔"

"ہاں ابھی بھی۔" انہوں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "باہر ہی کھڑا ہے احمق۔ بلاؤں اسے۔" انہوں نے امید بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"اس کو بھی اور ان دونوں کو بھی۔" نیلوفر نے کہا تھا۔

"ان دونوں کو نہیں چاروں کو بلاتا ہوں۔" وہ اپنی چھڑی وہیں چھوڑ کر دروازے کی طرف تیزی سے بھاگے تھے۔

☼ ☼ ☼

نیلوفر جہانگیر کے گھر کے لان میں تقریب بپا تھی۔ وہاں روشنیاں تھیں' رنگ تھے اور خوشیاں تھیں۔

دادا' عالمگیر' عفت' گیت' امارہ' ذوالکفل' بہزاد' پری' نیلوفر اور ہمایوں۔ سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی اور سکون۔ تقریب کے مہمان نیلوفر جہانگیر کا یہ نیا روپ دیکھ کر حیرت زدہ تھے۔ ایک محقق' مورخ' مصنف اور نجانے کیا کیا' وہ آج تک صرف اسی نیلوفر جہانگیر سے واقف تھے' مسز نیلوفر ہمایوں سے ان کا تعارف جیسے پہلی بار ہوا تھا۔ نیلوفر ہمایوں' جو ایک بیوی' پوتی' بھتیجی اور بڑی بہن میں ڈھل چکی تھی' سکون اور مسرت کے اس کنارے تک سب کو پہنچانے کے لیے جس شخص نے آگ کے دریا میں چھلانگ لگائی تھی' وہ ان سب سے ذرا فاصلے پر گھر کی لابی میں آبگینہ کے ساتھ کھڑا لابی کے دروازے کے شیشے سے ان سب کی طرف دیکھتا آبگینہ سے پوچھ رہا تھا۔

"دیکھو' میری ٹائی کی ناٹ ٹھیک بندھی ہے نا۔ ذرا سی خراب ہوئی تو نیلوفر بہت ڈانٹیں گی۔"

"مجھے نہیں معلوم' ٹائی کی کیسی ناٹ ٹھیک ہوتی ہے۔" وہ سادگی سے بولی تھی۔

"بس آج تم گوگل پر دیکھوگی اور سیکھو گی کہ ٹائی کی ناٹ کیسے باندھی جاتی ہے۔" سلجوق نے حکم سنایا تھا۔

"نیلوفر تو کل کینیڈا جارہی ہیں' ہمایوں بھائی اور بہزاد بھائی کے ساتھ۔ ان کے بعد کسی کو کیا فرق پڑے گا کہ ٹائی کی ناٹ ٹھیک ہے یا نہیں۔" وہ گوگل اور یوٹیوب سے سیکھنے کی مشقت کا تصور کرتے گھبرائی تھی۔

"نیلوفر یہاں سے جارہی ہیں' ان کے بتائے اصول تو نہیں جارہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔ "جانتی ہو اس گھر کے اندر موجود بہت سے توازن کا سہرا نیلوفر کے اصولوں کے سر ہے۔ ان کو بدلنے کی اجازت میں نہیں دوں گا۔"

"لیکن آپ تو کہتے تھے کہ نیلوفر کی وجہ سے۔" وہ معصومیت سے بولی تھی۔

"ان کی وجہ سے اس گھر میں تنہائی اور خاموشی کا راج تھا۔ میں اس کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ اور دیکھو میں نے اس کو ختم کر بھی دیا۔" سلجوق نے ایک بار پھر شیشے کے پار دور نظر آتے ہوئے ان ہنستے مسکراتے چہروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور جانتی ہو میں ایسا کبھی نہ کرپاتا اگر میری زندگی میں تین لوگ نہ آتے۔" پھر اس نے مسکرا کر آبگینہ کی طرف دیکھا۔

"کون تین لوگ؟" اس نے ایک بار پھر سادگی سے پوچھا۔

"گیت' پری اور تم۔"

وہ ہنس کر بولا تھا اور آبگینہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ان سب ہنستے مسکراتے' خوش باش لوگوں کی طرف چل دیا تھا۔